خطبہ

(یا لیکچر)

(جسمیں جلسہ اعظم مذاہب کے پانچوں سوال کا جواب ہے اور نبوت عامہ اور نبوت خاصہ محمدیہ کا ثبوت)

ریمارک - مدت ہوئی مرزا غلام احمد ساکن قادیان نے اسمضمون کا اشتہار دیا تھا کہ مختلف مذاہب کے سرگردہ فاضل جمع ہوکر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ میں اسلام کیطرف سے پیش ہوکر اسلام کی خوبیاں بیان کرونگا - اس اشتہار سے اونکا مقصود و خیال یہ تھا - کہ جو میرے عقائد جدیدہ کیوجہ سے علماء اسلام نے مجھ پر فتوے کفر لگا دیا ہے - اور اُسکے سبب عام اہل اسلام کو مجھ سے وحشت و نفرت ہوگئی ہے خصوصاً اوس ذر سے - کہ عبد اللہ آتہم اور میری منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی موت کے متعلق میری پیشگوئی جھوٹی ہوچکی ہے اسکا اثر اوٹھ جائے یا کم ہو - اس مجمع میں عام مسلمان بھی مجتمع ہوجائیں گے اون کے سامنے ایسے عقائد مسلمہ اہل اسلام ظاہر کرونگا جنسے مجھے لوگ مسلمان جان لیں گے - اور میریطرف رجوع کرینگے - (جیسیکہ پہلے چند میری دام میں پھنسے ہوے ہیں) جب وہ مجھے مسلمان سمجھکر میری دام میں آجائیں گے تو پھر میرے وہ عقائد جدیدہ کو بھی مان لینگے - جیساکہ پہلے دام افتادہ سادہ لوحوں نے مان لئے ہیں اس اشتہار کیطرف کسی نے توجہ کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اوسکو مرزا کی معمولی لاف زنی و فریب دہی قرار دیا تو مرزا کا خیال دل کا دل ہی میں رہ گیا۔

اسی اثناء میں ایک ہندو سادہو شوگن چندر نام نے اسی قسم کے جلسہ کا اشتہار دیا تو مرزا جی نے اُسکو از بس غنیمت سمجھا۔ اور اسکو اپنے اس مدعا کے حصول اور اپنے جدیدہ عقائد مندرجہ رسائل کے برخلاف عقائد اسلامیہ کے اظہار کا کافی وسیلہ خیال کیا۔ یہ سوچکر انہوں نے اس سادہو اور اسکی ہندو کمیٹی اور معاونوں کو (جنکے مضمون اشتہار کو اکثر ہندو آریہ نے قبول کیا تھا نہ عیسائیوں اور پادریوں نے۔ اور وہ منتظر اور اس کے محتاج تھے کہ کوئی اونکی دعوت اشتہار کو قبول کرے) اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اونکی کمیٹی کے ممبروں اور منتظموں میں اپنے حواریوں اور خلفاء کو شامل کیا۔ انکے اوّل خلیفہ حکیم نور الدین صاحب اس کمیٹی کے چھ اشخاص ماڈریٹروں (منتظموں یا میر مجلسوں) میں سے ایک ماڈریٹر بنائے گئے۔ دوسرے خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر چکراتہ۔ اس کمیٹی کے سکرٹریوں میں سے ایک سکرٹری بن گئے۔ تیسرے خلیفہ میاں کمال الدین صاحب پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج اگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بنگئے۔ وعلی ہذا القیاس اور لوگ[*] داخل و شریک ہوئے۔ سادہو مذکور قادیان میں بھی بلوائے گئے۔ اور وہاں اون کو اپنے مدعائے کے موافق تعلیم و تلقین ہوئی۔ اور ایک اشتہار بعنوان اشتہار واجب الاظہار بھی بنا دیا گیا۔ جو لفظ بلفظ و حرف بحرف مرزا کا بنایا ہوا ہے۔ کسی دوسرے کے ایک لفظ کا اسمیں دخل معلوم نہیں ہوتا۔ (چنانچہ بلاحظہ اشتہار سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے) اور وہاں ہی اپنے مطبع میں مرزا نے اوسکو چھپوا دیا۔ اور وہیں سے شائع و مشتہر کیا۔

غرض اس جلسہ کو مرزا جی نے گویا اپنا جلسہ بنا لیا۔ اور اسکا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی خیال عام اور اوسکا احتمال تام ہے۔ کہ یہ سوالات خمسہ جو جلسہ کیطرف سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ یہ بھی مرزا جی کی تجویز سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ مرزا نے اونکو وہی سوالات تجویز کر دیے جنکے جوابات وہ مدت سے لکھ رہی تھی اور اون کو وہ نیو فیشن اور نئی روشنی کے مطابق عام پسند بنا چکے تھے۔

[*] وہ لوگ سپیکر (یعنی تقریر کنندہ) بنگئے۔ از انجملہ ایک منشی نام نواب نقشہ نویس محسر مرزا ہیں۔ ایک مبارک علی امام مسجد صدر بازار سیالکوٹ جنکا سپیکر ونمیں شامل ہونا۔ اسغرض سے تھا کہ وہ اپنا وقت بھی مرزا کو دیدیے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ ۱۲

جب اس کمیٹی کا پہلا اشتہار متضمن سوالات و درخوست جواب کمیٹی کیطرف سے خاکسار کے پاس بمقام بٹالہ پُہنچا - تو مینے سکرٹریوں میں مرزا کے خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر چکراتہ کا نام پڑہ کر فوراً سمجھ لیا - کہ اس جلسہ سے مرزاجی اپنا وہ کام نکالنا چاہتے ہیں (جس سے وہ اپنا اشتہار جاری کرنیکے بعد ناکام رہے تھے) اور عام مسلمانون کے سامنے اپنی مسلمانی جتانے اور فتواے کفر و تکذیب پیشگوئی متعلقات موت عبداللہ آتھم اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے اثر کو مٹانے کا ارادہ رکھتے ہیں - یہ سمجھکر میں کمیٹی کی درخوست قبول کرنے میں متوقف و متردد ہو گیا - ایک تو یہہ خیال آیا کہ اس جلسہ میں مرزا نے اپنے عقایدِ جدیدہ کے برخلاف عقائدِ قدیمہ اسلامیہ کا اظہار کیا - تو اوس سے لوگوں کو دہوکہ لگے گا - لوگ اون کو مسلمان سمجھ جائیں گے - اور اون کے دام میں آئیں گے - دوسرا یہہ خیال کہ اگر میں یا کوئی اور عالم مسلمان اس جلسہ میں شریک و شامل نہ ہوا تو جلسہ میں مرزا کا یکطرفہ بیان وہی اثر پیدا کریگا -

میں اسی تردد میں تھا کہ کارسپانڈنس سکرٹری انجمن حمائت اسلام لاہور کا خط اس مضمون کا میرے پاس پہنچا کہ انجمن حمائت اسلام نے اسلام کی طرف سے سوالات جلسہ کا جواب دینے کے لئے آپ کو وکیل منتخب کیا ہی اسی مضمون کا ایک خط مسلمانان وزیرآباد کی طرف سے مولوی حافظ عبدالمنان صاحب کا پُہنچا - اور ایک خط انجمن اسلامیہ جہلم کی طرف سے منشی الٰہی بخش سکرٹری انجمن کا پُہنچا -

ان خطوط نے میرے اس تردد کو رفع کر دیا - اور مجھے اس جلسہ میں شریک ہونے اور اسلام کی وکالت کرنے پر مامور و مجبور کیا - مینے کمیٹی جلسہ کے نام جواب لکھدیا کہ میں جلسہ میں شامل ہونگا - اور اسلام کیطرف سے جواب سوالات ادا کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ

پھر میں جلسہ کے قریب لاہور پہنچا۔ تو عماید و فضلاء اسلام کی ایک جماعت میرے پاس پہنچی اور مجھے اس جلسہ میں شامل ہونے سے اسیوجہ اور عذر سے کہ یہ جلسہ مرزا اور اوسکے اتباع و خلفاء کے ہاتھ میں آچکا ہے۔ اور اسمیں اُن ہی لوگوں کا پورا اختیار و دخل ہے روکا۔ مینے اس جماعت کو بھی وہی اپنا دوسرا خیال (کہ میرے شامل نہ ہونیسے مرزا کا یکطرفہ بیان اثر بد پیدا کرے گا۔) سُنایا اور یہ بھی کہا کہ وعدہ کر لینے کے بعد میرا شامل جلسہ نہ ہونا اور بھی نامناسب امر ہے۔

۱۷۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مرزا کے خلیفہ رشید الدین صاحب کا خط اسمضمون کا میرے نام پہنچا۔ کہ آپ اپنے بیان کے لئے کس قدر وقت لینا چاہتے ہیں۔ مینے اسکا جواب اُسی تاریخ اون کو لکھدیا۔ کہ مجھے اپنے بیان کے لئے تین گھنٹہ وقت بکار ہے۔ اور اگر آپ مجھے اس سے کم وقت دیں گے تو میں اُتنے ہی وقت میں اپنا بیان ختم کر دوں گا۔ اسکا جواب مجھے **مرزا کے خلیفہ** نے نہ دیا۔ تو مینے سکوت کو رضا سمجھ کر چالیس صفحہ کا مضمون (جسمیں اکثر صرف نوٹ تھے) تیار کیا۔

پھر جب جلسہ کا پروگرام (اشتہار تقسیم اوقات) شائع ہوا۔ اور اُسمیں مینے اپنے بیان کیلئے صرف ایک گھنٹہ وقت پایا۔ (یہ مرزائی پارٹی کا پہلا حملہ خاکسار پر ہوا۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مرزا کے سوا کسی دوسرکو بھی پورا وقت ملے۔ اور سچائی و محاسن اسلام کے اظہار کا کافی موقعہ ہاتھ آوے۔ اور حاضرین جلسہ پر اُسکا اثر نیک ظاہر ہو۔) تو مینے اس کمی وقت کی شکایت ایک معزز ناظر پریزیڈنٹ یا میر مجلس (کیمعرفت سیکرٹری صاحب) کے پاس لکھ کر بھیجدی۔ اسپر میر مجلس نے زور سے یہ سفارش کی کہ ان کو دو گھنٹہ اوّل روز اور ایک گھنٹہ ۲۹ دسمبر کو وقت ملنا چاہیئے۔ سکرٹری جلسہ نے (اس میر مجلس) کی سفارش سے مجبور ہو کر مجھے پہلے دن دو گھنٹہ اور آخری دن میں (بشرط گنجائیش) ایک گھنٹہ وقت دینا منظور کر لیا۔ (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا خدا کے فضل سے۔ اور

اس میر مجلس کی سعی سے یوں خطا ہوا۔)

پھر جب خاکسار اپنے وقت پر جلسہ میں پہنچا۔ اور ایک تمہید کے بعد چند آیات قرآن کو پڑھنے پڑھا۔ تو مرزائی پارٹی نے کانا پھوسی شروع کردی پھر ادن کی آپس میں رقعہ بازی شروع ہو گئی۔ اسمیں اُنہوں نے بعض کارکن ہندوؤں کو جو اونکے ہاتھ میں تھے نیز شامل کرلیا۔ اور اس معزز میر مجلس کو جنھوں نے توسیع وقت کی سفارش کی تھی۔ اور حسن اتفاق سے ہنوز وقت تقریر کے انجام پر تھے بار بار اس مضمون کے رفعات لکھ کر دیکھانا شروع کیا کہ تقریر کنندہ حدود سوالات جلسہ سے باہر ہو کر تقریر کر رہا ہے۔ جس سے انکا مقصود یہ تھا کہ وہ خاکسار کو تقریر کرنے سے روک دیں۔ (یہ دوسرا حملہ مرزائی پارٹی کا خاکسار پر ہوا۔) مگر چونکہ وہ میر مجلس صاحب خدا کے فضل سے سمجھ دار اور تجربہ کار تھے۔ اور وہ یقین رکھتے تھے کہ خاکسار جو کچھ کہہ رہا ہے۔ سوالات جلسہ کے عین مطابق کہہ رہا ہے لہذا ان رقعات کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پر ان لوگوں کی حکمت عملی سے وہاں بیدی و تسلی کرتے رہے۔ مجھے انہوں نے ایک دفعہ بھی ایما نہ کی۔ کہ آپ سوالات جلسہ سے باہر جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ آپ اپنی کرسی سے اوٹھ کر میری کرسی کے پاس آئے۔ تو صرف اس امر کے خواستگار ہوئے۔ کہ یہ بیان آپ کا نبوت عامہ کے ثبوت میں ہے۔ اب نبوت خاصہ محمدیہ کے ثبوت کا خلاصہ بھی پیش کرنا چاہیئے۔ اسلئے کہ آپکا وقت اب صرف آدھ گھنٹہ باقی رہگیا ہے۔ (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا بھی خدا کے فضل اور میر مجلس موصوف کے انصاف و عدل کی برکت سے دفع ہوا) خاکسار نے اپنے وقت کو پورا کر کے اپنی تقریر (جسمیں تمام مضمون سے کسی حصّہ کا خلاصہ و انتخاب اور کسی حصّہ کی تفصیل تھی) کو ناتمام چھوڑ دیا۔ اور باقی کا حوالہ آئندہ جلسہ پر کیا۔

میرے بیان کا اثر اس جلسہ پر کیا ہوا؟۔ اس سوال کا جواب اور اس اثر کا خود بیان کرنا میرا کام نہیں ہے اور مجھے یہ خواہش کرنا جایز و مباح ہے۔ کہ ناظرین و سامعین اسکی

داد دیں۔ اور میری تقریر و بیان کو اچھا کہیں اور میری تحسین کریں۔ میں اس خواہش کو گناہ سمجھتا ہوا اور اسکو شرک و ریا خیال کرتا ہوں۔ اور اسیوجہ سے میں قبل از بیان و تقریر حاضرین جلسہ کی خدمت میں باادب التماس کرچکا تھا کہ میرا بیان سُنکر یا اوسکی اثناء میں حاضرین و سامعین داد نہ دیں تالیاں نہ بجاویں چیرز نہ دیں۔ مرحبا جزاک اللہ نہ کہیں جیسا کہ اس جلسہ میں ہر ایک کی تقریر کیوقت اور ہر ایک جلسہ میں جو نئی فیشن کے مطابق ہوتا ہے یہی دستور ہو رہا تھا۔ میری اس عاجزانہ گذارش کو ارباب جلسہ نے قبول کیا۔ اور تمام جلسہ میں میرے بیان کے وقت سکوت و سناٹا رہا صرف اختتام تقریر بابو پرتول چند راور ایک وکیل ہائیکورٹ الہ آباد مسٹر بینرجی وغیرہ نے تالیاں بجائیں کیونکہ وہ اختتام تقریر کے قریب آئے تھے۔ انہوں نے میری اس عرض ممانعت کو نہ سُنا تھا۔ بناءً علیہ اگر اب میں کسی سے اپنی بیان کی خود تحسین کراؤں یا دوسروں سے آفرین اور اپنی تحسین چاہوں تو پھر میں اسی شرک او رریا میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ہاں اسقدر کہنے کو میں شرک و ریا اور اپنے نفس کی مدح وثنا نہیں سمجھتا کہ ان آیات کا جو مینے پڑہیں اور جو انکا ترجمہ و تفسیر مینے کی صرف اسوجہ سے کہ وہ خدا کا کلام اور اُسکا مطلب تھا۔ (نہ اسوجہ سے کہ میرے الفاظ و تقریر و بیان اور لب ولہجہ و الحان اچھا تھا) حاضرین و سامعین پر عجیب اثر تھا۔ اس اثر سے حاضرین جلسہ میں بجز چند اتباع مرزا کوئی خالی نہ تھا۔ اتباع مرزا سے بھی بعض اشخاص پر وہ اثر تھا۔ از انجملہ ایک شخص میاں کمال الدین صاحب پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج ہیں جنہوں نے اس اثر کا اظہار جلسہ کے تیسرے دن ان الفاظ سے کیا (جو مخبر دکن مطبوعہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴ (۶) کالم ۳ سطر ۲۳ و ۲۴ میں مشتہر ہوئے ہیں)

"مولویصاحب! جب آپنے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑہیں تو مین نہایت ہی خوش ہوا۔ چونکہ وہ ہمارے سوالات کے متعلق تھیں"

میاں کمال الدین صاحب کا یہ اظہار اس اثر پر کامل شہادت ہے۔ کیونکہ میاں کمال الدین صاحب کو مرزا کیوجہ سے اس خاکسار سے سخت مخالفت ہے۔ اور یہ امر بطور مثل مسلم و مشہور ہے ع الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ یعنے بزرگی وہ ہے جسکا اقرار دشمن بھی کرے۔ اس اظہار کے بعد جو میاں کمال الدین صاحب نے اسی

مخالفت کیوجہ سے خاکسار کی توجہ دوسری منعطف ہوجانے پر افسوس ظاہر کیا ہے - اسکا جواب اس جلد کے مضمون "مخبر دکن" کی چھوٹی تنخیری میں دیا جائیگا - اور ثابت کیا جائیگا کہ خاکسار کی توجہ ایک لمحہ دوسری طرف نہیں ہوئی -

حاضرین اہل اسلام کے علاوہ اقوام غیر کے فہمیدہ و سنجیدہ اشخاص پر بھی ان آیات اور انکے مطالب کا بڑا اثر تھا - جو اسوقت انکی بشاش چہروں سے ظاہر ہوتا تھا - از انجملہ دو صاحبوں نے زبان سے بھی اسکا اظہار کیا - ایک صاحب رائے بہادر واکنڈہ تھیوسوفیکل پنجاب کے سکرٹری تھے جو اسوقت میری بعد تقریر کرنیکو اٹھے اور صاف اقراری ہوئے کہ جیسا بیان موافق حسب لوقضاء خاکسار نے کیا ہے مجھ سے ایسا نہوگا - اور علاوہ برآں وہ صریح الفاظ سے انبیاء کے مصدق ہوئے - دوسرے صاحب ماسٹر درگا پرشاد پریزیڈنٹ کار کن کمیٹی جلسہ تھے - جو اسی جلسہ کے دن شام کے قریب مجھے بازار سید مٹھا میں ملے اور اس خاکسار کے بیان آیات کی تعریف کرکے بولے کہ ہمکو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج معلوم ہوئی -

اس بیان خاکسار کے بعد یہ عام آوازہ ہوگیا کہ مسلمان مع این لیکچرار مرزائی پارٹی پر نہایت شاق گذرا انہوں نے اسیوقت سے یہ مشہور کرنا شروع کردیا کہ فلاں شخص کا مضمون سوالات جلسہ کا جواب نہ تھا بلکہ ایک معمولی وعظ تھا جسکو سوالات جلسہ سے کوئی تعلق نہ تھا - مگر خواص اہل علم و عوام اہل فہم و فراست نے انکی باتوں کا اعتبار نہ کیا اور اس بیان آیات قرآن کو سراسر موثر اور متعلق سوالات جلسہ تسلیم کیا - دوسرے دن صبح کو میر مجلس موصوف مہتمم اجازت تقریر خاکسار کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اسوقت میں آپکے مکان پر نہ آتا کیونکہ رات کسیقدر علیل رہا ہوں میں صرف اسواسطے آیا ہوں کہ آپکو مبارکباد دوں - کہ آپکا بیان عمدہ ہوا ہے - دوسرے دن مرزا کا مضمون پڑھا جانا تھا اسمیں مرزا کے اتباع و خلفاء کا خوب جمگھٹا ہوا جو دور دور کے سیالکوٹ جموں وزیرآباد لودھیانہ بھوپال امروہہ تک سے بلائے گئے تھے انہوں نے اس مضمون پر جابجا خوب چیہرزدی اور تالیاں بجائیں جنمیں عام لوگ بھی انکے شریک ہو گئے - خاکسار تو اسوقت اپنے بیان کے جلسہ میں نہیں پہنچا - اور نہ مرزا کا مضمون اپنے کان سے سنا - مگر سنجیدہ اور فہمیدہ لوگوں نے آکر بیان کیا ہے کہ وہ مضمون نئے فیشن ہی تعلیم نئی روشنی کے موافق تھا - اور عوام کو خصوصاً سکول کے طلباء کو خوش کرنیوالا - مگر خواص اور خصوصیت کے ساتھ علماء اسلام اس سے سخت ناراض ہیں - اور اسکے مرشا کی بھی ہے ہو کہ اس مضمون میں مرزا کی ایسی باتیں بھی بیان ہوئیں ہیں جو شریعت اور تحقیق کے برخلاف ہیں بلکہ بعض کفر ہیں - ہم اسپر ابھی اپنی رائے کچھ ظاہر نہیں کرتے جبتک کہ وہ مضمون چھپکر شائع نہیں ہوتا جب وہ شائع ہوگا تو لوگ خود دیکھ لینگے اور ہم بھی اسپر مفصل ریویو کرینگے انشاء اللہ تعالے -

* اس ریمارک کی کاپی ہوجانیکے بعد ہم نے ایک حصہ اس مضمون کا اخبار مخبر دکن مدراس مطبوعہ ۲۸ جنوری ۱۸۹۷ء میں دیکھا تو اس مضمون کے مناسب حال یہ شعر ہمکو یاد آیا ؎ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ٭ جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا اور اس مضمون کی

اس جلسہ میں مرزا کی خلفائے مرزا کا وہ اشتہار شائع کیا جس میں انہوں نے اپنے مضمون کے غالب رہنے کی پیشگوئی کی تھی جسکی وجہ عموماً یہ خیال کیجاتی ہے کہ سوالات جلسہ انہی کی مجوزہ سوالات تھے اور انکے جوابات وہ مدت سے تیار کرکے اپنے خیال میں انکو نئے فیشن نئی تعلیم نئی روشنی کے مطابق کر چکے تھے۔ اسوجہ سے وہ یقین رکھتے تھے کہ نئے خیال کے لوگوں خصوصاً نئی تعلیم یافتوں میں وہی جچے اب پسند ہوگا۔ اس مضمون کے پڑھے جانے کے بعد بھی وہی صاحب مہتمم مجلس مہتمم اجازت تقریر خاکسار سے کئی دفعہ ملے تو پھر بھی اس امر کے مظہر ہوئے کہ گو عوام میں مرزا کے مضمون کی تحسین ہوتی ہے۔ مگر میں تو اب بھی آپ ہی کے بیان کو (جو قرآن کا بیان تھا) ترجیح دیتا ہوں اور اعلیٰ درجہ کہتا ہوں۔

مگر مرزائی پارٹی نے مرزا کے مضمون کی صفت و ثنا میں شور و غل مچا دیا ہے۔ اور متعدد اخباروں میں چھپوا دیا کہ مرزا کے مضمون کے برابر کسی دوسرے کا مضمون نہ تھا۔ بلکہ خود سرگروہ پارٹی مرزا جی نے بھی رسالہ انجام آتھم کے ضمیمہ میں اس مضمون کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔ اور اپنے بیان کی تائید و شہادت میں ان ہی اخباروں کا حوالہ دیا ہے جنمیں انکے اتباع و خلفائے اون کی تعریف اور دوسروں کی مذمت چھپوائی ہے۔ از انجملہ ایک اخبار مخبر دکن ہے جس نے نہ صرف اپنی رائے قایم کرنے میں غلطی کی ہے۔ بلکہ واقعات کے بیان میں دروغ گوئی جایز رکھی۔ لہذا ہم مضمون "خطبہ" کو ختم کرنے کے بعد مضمون "مخبر دکن کی جھوٹی مخبری" میں اوس دروغ گوئی کا اظہار کرینگے اور اسی کے مقبولہ و مسلمہ گواہوں کی شہادت سے ثابت کرینگے کہ اوسکے بیان میں دروغ گوئی پائی جاتی ہے۔ اس کیطرف سے یا اوسکے نامہ نگار یا رپورٹر کیطرف سے۔

ایک چیز کے اچھے یا برے ہونے کی نسبت جو رائے اخبار نویس یا عام اہل الرائے قائم کریں وہ محل تعجب و اعتراض نہیں۔ مگر واقعات کی زخود تولید اخبار نویس کا منصب نہیں ہے۔ اور نہ اوس کے کارسپانڈنٹ کا ہی ہے۔ جو ایسا کریگا وہ ضرور پکڑا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے منجملہ اون اخباروں کے جنہوں نے اس معاملہ میں خلاف صواب کہا ہے صرف مخبر دکن سے تعرض کیا ہے۔

باقی حصہ مضمون کے بیان کیلئے جو مجھے آخری وقت دینے کا سیکرٹری کمیٹی نے وعدہ دیا ہوا تھا وہ بھی مرزائی پارٹی نے (جنکے ہاتھ میں کمیٹی کی باگ تھی) منسوخ کرا دیا۔ الحمد للہ کہ پروگرام شائع ہوا تو اسمیں میرے بیان کیلئے وقت نہ تھا۔ یہ تیسرا حملہ مرزائی پارٹی کا بچہ ہوا۔ مگر یہ حملہ بھی خدا کے فضل سے اوراہی

جواب سوالات جلسہ

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ - اما بعد صاحبان!

قبل از بیان مقصود دو امر کی تمہید ضروری ہے۔

(۱) یہ جلسہ چونکہ جلسہ اعظم مذاہب کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ اور اس جلسہ کی جو اغراض اربعہ بیان ہوئی ہیں (۱) مذہب کے واسطے عوام میں دلچسپی پیدا کرنا۔ (۲) مذہب کے حاصل کرنے کے واسطے سہل اور عملی طریقے پیدا کرنا۔ (۳) مذہبی معاملات میں تحمل پیدا کرنا۔ (۴) جسمانی اخلاقی اور روحانی ترقی کے وسائل پیدا کرنا۔ ان سب کا رجوع مذہب ہی کی طرف ہے۔ اور جن سوالات کے جوابات اسوقت جلسہ کو مطلوب ہیں۔ ان سب کا رجوع بھی مذہب ہی کیطرف ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ قبل از جواب سوالات مذہب کے معنے ومراد کی تشریح کی جائے۔ تاکہ حاضرین وسامعین کو معلوم ہو کہ اغراض جلسہ اور اسکے سوالات اور جوابات مجیب میں کس معنے کی رو سے مذہب پیش نظر ہے۔

پس واضح ہو کہ دنیا میں کوئی فرد بشر جو عقل وشائستگی کا مدعی ہے۔ مذہب سے خالی نہیں ہے۔ جو لوگ دنیا میں لامذہب یا فری تھنکر (آزاد منش) کہلاتے ہیں

وہ بھی ایک مذہب رکھتے ہیں۔ جو اون کے دل و دماغ نے اون کو بتایا ہے۔ یا کسی دوسرے کی تعلیم و تقلید سے اُنہون نے اختیار کیا ہے۔ اور لا مذہبی بھی ایک مذہب ہے۔ گو دوسرے اہل مذاہب اوسکو لامذہبی کے نام سے موسوم کرتے ہیں ولیکن میرا یہ خیال ہے۔ کہ اس جلسہ کی اغراض و سوالات کو اس وسیع معنے مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ اس مذہب کی دلچسپی عوام میں پیدا کرنا اُس جلسہ کا مقصود ہے۔ کیونکہ اس معنے کر مذہب آزادی پسند طبیعتیں خود بخود اختیار کر لیتی ہیں۔ اسکی رغبت دلانے اور اوس کے لئے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے نہ کسی کی ترغیب کی حاجت ہے۔ نہ جلسے و مباحثے کرنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ اس مذہب سے دنیا کے لئے اس فائدہ کی توقع و امید کی جا سکتی ہے۔ جو مذہب بمعنے خاص سے (جو آئندہ بیان ہوگا) متوقع ہے۔ بلکہ جلسہ کی اغراض کو اسی مذہب سے تعلق ہے جو آسمانی مذہب کہلاتا ہے۔ اور اُسی مذہب سے اوسکے سوالات کا تعلق ہے۔ اور اسی مذہب کی تائید و ترغیب ہمارے جوابات میں اور اس جواب کے متضمنہ آیات قرآن میں مطلوب و مدنظر ہے۔

(۲) سوالات جلسہ کے جواب میں جو آیات پڑہی جائیں گی۔ اور جو اون کی تفسیر و تشریح ہوگی اُن سے جملہ مذاہب حقہ و ادیان منزلہ کی جو خدا کی طرف سے ہیں۔ (خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے۔ یوروپ کے ہوں خواہ ایشیا کے۔ امریکہ کے ہوں خواہ افریکہ کے۔ ہندوستان کے ہوں خواہ فارس یا ترکستان یا دیگر بلاد عمران کی) تصدیق و تائید پائی جاتی ہے۔ کسی آسمانی دین یا مذہب حق کی تکذیب یا تردید ان آیات کا مطلب نہیں ہے۔ لہذا حاضرین و سامعین توجہ سے ان آیات کا مطلب سنینگے تو اونسے فائدہ اوٹھائیں گے۔ اور محظوظ ہونگے۔ کوئی صاحب مذہب آسمانی انکے فائدہ سے محروم نہ رہیں گے۔ اور ناخوش نہ ہونگے۔ ہ

ما برائے وصل کردن آمدیم ٭ نے برائے فصل کردن آمدیم

تمہید ہو چکی۔ اب سوالات جلسہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ سوالات جلسہ جنکا جواب اوسکو مطلوب ہے۔ پانچ ہیں (۱) انسان کے جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان (۲) عقبی کا ذکر۔ (۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔ (۴) افعال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیونکر ہوتا ہے۔ (۵) علم حاصل ہونے کے ذریعے۔

ان سوالات کے جوابات اگر کوئی شخص صرف اپنے عقل کی تجویز سے دے گا تو درصورت پاپولر (عام پسند) اور یوسفل (مفید) ہونے ان جوابات کے وہ جواب اسی شخص کی عقل اور ذاتی لیاقت کا نتیجہ سمجھے جائیں گے۔ اور جس مذہب کا وہ مدعی ہے اور اسکی خوبی وسچائی بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ اس مذہب کی خوبی وسچائی پر وہ جوابات دلیل مسلم نہ ہونگے۔ کیونکہ جسحالت میں اسکا مذہب ان جوابات سے محض ساکت ہو۔ اور وہ اپنے عقل کی کتر بیونت سے ان جوابات کو تیار کرکے مذہب کی طرف سے اور اوسکی تائید میں پیش کرتا ہے۔ تو وہ اور اوسکا مذہب مثل مشہور "مدعی سست وگواہ چست" کے مصداق ہیں۔ اور ان جوابات سے اوس کے مذہب کی صداقت وفضیلت کا ثبوت ناممکن ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ جو شخص اپنے مذہب کی تصدیق وتائید کے لئے ان سوالات کے جوابات پیش کرنا چاہے وہ اپنے مذہب ہی کی کتاب سے ان جوابات کو نکال کر پیش کرے۔

بنا علی ہذا میں جو اسلام کی طرف سے وکیل ہوکر اسلام کی تائید واظہار سچائی کے لئے اس جلسہ میں شامل وحاضر ہوا ہوں۔ ان سوالات کے جوابات اپنے مذہب کی مقدس کتاب قرآن کریم سے نکال کر پیش کرتا ہوں۔ مگر ان جوابات پیش کرنے سے پہلے اس امر کا جتا دینا اور بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن کریم کا نزول سوالات

جلسہ کی ترتیب پر نہیں ہوا۔ اور ترتیب آیات قرآن بھی سوالات جلسہ کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔ لہذا میرے ذمہ یہ امر لازم نہیں ہے کہ جو آیات میں پیش کروں وہ اپنے مضامین کے بیان میں ترتیب سوالات جلسہ کے مطابق اور اوسکے تابع ہوں۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں ان آیات کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُنکو سوالات کی ترتیب پر بیان کروں۔ بلکہ ان سوالات کا جواب ادا ہونے کے لئے یہ امر کافی ہے۔ کہ سوالات کے جواب میں آیات قرآن پڑھ کر اون کی ایسی تشریح کر دوں جس سے جوابات ظاہر و ادا ہوں خواہ ایک آیت میں ایک سوال کا جواب ادا ہو یا ایک آئت میں متعدد سوالات کا جواب ادا ہو۔ یا ایک سوال کا جواب متعدد آیات میں ادا ہو۔

پہلے چاروں سوالات کا جواب آیات ذیل میں ہے

(۱) تبارك الذي بيده الملك وهو على كل شئ قدير الذي خلق الموت والحيوة ليبلوكم ايكم احسن عملا۔ (ملک ع ۱)

(۱) بابرکت ہے وہ جسکے ہاتھ میں بادشاہت ہے (دونیا و عقبی کی) اور وہ ہر چیز پر (جو ممکن الوجود ہے) قادر ہے۔ وہ جس نے نیستی اور ہستی کو اسلئے بنایا کہ تمہارا حال (تمہارے اعمال کا نتیجہ ظاہر ہونے سے) سب پر کُھل جائے۔ کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے۔

(۲) ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلنه نطفة في قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما ثم انشأناه خلقا آخر فتبارك الله احسن الخالقين۔ ثم

(۲) بیشک ہم نے بنایا آدمی کو چنی مٹی سے پھر اوسکو قطرہ بنا کر مضبوط ٹھراؤ کی جگہ (رحم میں) رکھا پھر نطفہ کو چھیچھڑا بنایا پھر چھیچھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا پھر گوشت سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا۔ پھر اوس کو اور صورت

انکم بعد ذلک لمیتون۔ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون (المومنون ۔ ع ۱)

(پوری انسان) میں پیدا کیا۔ سو خدا بڑی برکت والا ہے۔ سب سے بہتر بنانے والا۔ پھر تم اس کے پیچھے مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

(۳) لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون (والتین ۔ ع ۱)

(۳) بے شک ہم نے انسان کو اچھے انداز پر پیدا کیا۔ پھر اوس کو سب نیچے والوں سے نیچے کر دیا۔ بجز اُن لوگوں کے جو ایمان لائے۔ اور اُنہوں نے اچھے عمل کئے۔ اون کے لئے (اچھے عملوں کا) بدلہ ہے جو کبھی موقوف نہ ہوگا۔

(۴) ولقد مکنا کم فی الارض و جعلنا لکم فیھا معایش قلیلا ما تشکرون (اعراف ۔ ع ۱)

(۴) بلا ریب ہمنے تمکو زمین میں (آسائش کی) جگہ دی اور تمہارے لئے سامان عیش مہیا کر دیئے (پر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

(۵) ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ (بنی اسرائیل ۔ ع ۸)

(۵) بلاشبہ ہمنے آدم کی اولاد کی عزت کی اور اُنکو جنگل اور دریا میں سواری دی اور ستھری چیزوں سے روزی دی اور بہتیری مخلوقات (حیوانات وغیرہ) پر بزرگی دی۔

(۶) الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض و اسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ (لقمان ۔ ع ۔ ۳)

(۶) کیا تمنے نہیں دیکھا کہ خدا تعالے نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔ اور تم کو کھلی اور چھپی نعمتیں پوری دی ہیں۔

(۷) واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم۔ ولئن کفرتم ان عذابی

(۷) تمہارے ربنے تمکو خبر دیدی ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو میں

لشدید (ابراہیم - ع - ۱)

(۸) اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار واتاکم من کل ماسالتموہ - وان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوہا ان الانسان لظلوم کفار

(ابراہیم - ع ۱۵ -)

(۹) واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً - وبالوالدین احساناً وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لایحب من کان مختالا فخورا -

(سورہ نساء - ع ۱۲ -)

(۱۰) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی و

انکو بڑہاؤنگا - ناشکری کروگے تو تم پر میرا عذاب سخت ہوگا -

(۸) اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمانوں (کی طرف) سے پانی برسایا جس سے تمہارے لئے پھلوں سے روزی نکالی - اور تمہارے کام میں کشتیاں لگادیں جو دریا میں خدا کے حکم سے چلتی ہیں - اور نہریں تمہاری تابع کردیں - اور سورج چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا جو دستور کے موافق چلتے ہیں - اور رات اور دن کو تمہارے کام میں لگادیا - اور جو کچھ تم نے مانگا تمکو دیا - تم خدا کی مہربانیوں کو گنو تو گن نہ سکوگے انسان بے انصاف ہے ناشکر -

(۹) خدا کی عبادت کرو اور (اس عبادت میں) کسی چیز کو اُسکا شریک نہ بناؤ - اور ماباپ - قرابتیوں - یتیموں - مسکینوں نزدیک اور دور کے ہمسایوں - ہم پہلو ساتھیوں - مسافروں اور غلاموں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ - خدا کو تکبر اور فخر کرنے والے خوش نہیں لگتے -

(۱۰) اللہ عدل اور احسان کرنے کا - اور

ینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی
یعظکم لعلکم تذکرون
(نحل - ع ۱۳ -)

(۱۱) وقضی ربک الا تعبدوا الا
ایاہ وبالوالدین احسانا اما
یبلغن عندک الکبر احدھما او
کلاھما فلا تقل لھما اف
ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما
واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ
وقل رب ارحمھما کما ربیانی
صغیرا - ربکم اعلم بما فی نفوسکم
ان تکونوا صالحین فانہ کان
للاوابین غفورا - وات ذا القربی
حقہ والمسکین وابن السبیل - ولا
تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا
اخوان الشیاطین وکان الشیطان
لربہ کفورا الخ (بنی اسرائیل - ع ۳ -)

(۱۲) وما خلقت الجن والانس الا
لیعبدون - ما ارید منھم من رزق
وما ارید ان یطعمون - ان اللہ ھو الرزاق
ذو القوۃ المتین (ذاریات - ع ۳ -)

خاصکر قرابتیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے
اور بے حیائی اور گناہ کے کاموں اور
سرکشی سے روکتا ہے - کہ تم نصیحت پکڑو

(۱۱) خدا نے حکم دیا ہے کہ اسکے سوا کسی کی
عبادت نہ کرو - ماباپ سے اچھا سلوک
کرو - اون کے بڑھاپے پر اون کی بے ادبی
نہ کرو - نرمی اور شفقت سے پیش آؤ -
قرابتی مسکین - مسافر کو اوسکا حق دو
فضول خرچی نہ کرو - اپنی اولاد (لڑکیوں)
کو فقیری کے خوف سے قتل نہ کرو - زنا
اور قتل ناحق کے مرتکب نہ ہو - یتیم کے
مال کی حفاظت کرو - ماپ تول میں کمی
نہ کرو - جس بات کا علم نہ ہو سکے اوسکے
درپے نہ ہو - زمین میں اکڑ کر نہ چلو - خدا کے
ساتھ عبادت میں کسی کو شریک بناؤ -

(۱۲) میں نے جن اور آدمی اور کسی کام
کے لئے نہیں بنائے - بجز اس کے کہ وہ
میری عبادت کریں - میں اون سے انکی
روزی نہیں چاہتا - اور نہ یہ کہ مجھے کچھ
کھلاویں -

(۱۳) کیا تم نے یہ خیال کرلیا ہے - کہ

(۱۳) افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون - فتعالی اللہ الملک الحق لا الٰہ الا ھو رب العرش الکریم (مومنون - ع - ۶ -)

ہم نے تم کو کھیل کے طور پر بنایا ہے - جبکا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا) اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاوگے - اللہ سچا بادشاہ (اس خیال سے) بالاتر ہے - اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے - وہ بڑے تخت کا مالک ہے -

(۱۴) کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدًا علینا انا کنا فاعلین (انبیاء - ع - ۷ -)

(۱۴) جیسا ہم نے مخلوق کو شروع میں بنایا ایسا ہی ہم اسکو لوٹائیں گے - ہمپر وعدہ ہوچکا ہے - ہم اسکو پورا کرنے والے ہیں -

(۱۵) ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ ان اللہ سمیع بصیر - (لقمن - ع - ۳ -)

(۱۵) تم سب کا پیدا کرنا - اور اوٹھانا اور کچھ نہیں مگر جیسا ایک جی کا پیدا کرنا اور اوٹھانا - اللہ تعالے سننے والا دیکھنے والا ہے - (جہاں کہیں اور جس صورت میں کوئی ہے -)

(۱۶) قالوا کیف یحیی العظام وھی رمیم - قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ - وھو بکل خلق علیم (یٰسٓ - ع -)

(۱۶) وہ بولے خدا ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوجائینگی - کیونکر زندہ کریگا تو (جواب میں) کہدے وہ زندہ کریگا جس نے اونکو پہلی بار بنایا - وہ ہر (حالت) مخلوقات کا علم رکھتا ہے -

(۱۷) اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذلک لایٰت لقوم یتفکرون - (زمر - ع - ۵ -)

(۱۷) اللہ تمام جانوں کو اون کے موت کے وقت مارتا ہے - اور جو نہیں مرتے اُن کو نیند میں ایک (قسم کی موت سے) قبض کرتا ہے - پھر (ان میں سے) جن کی

موت کا وقت پورا ہو چکتا ہے۔ اوس کو روک رکھتا ہے۔ (ایسے کئی دیکھے گئے ہیں۔ جو سوئے ہیں تو پھر نہیں اُٹھے۔) اور دوسرے کو (جن کی میعاد باقی ہوتی ہے) ایک وقت مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں فکر والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (کہ وہ اسی طرح سب کو مار کر اوٹھائے گا۔ کیونکہ ہر روز موت اور ہر روز حشر دیکھنے میں آتا ہے) نیند کے وقت جان قبض ہونے میں علماء اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ۔ روح حیات بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ صرف اسکا ظل اور عکس جسم پر پڑتا ہے۔ دوسرا یہ کہ صرف روح مدرکہ جدا ہوتی ہے۔ بہر حال کوئی چیز تو مقبوض ہوتی ہے جو پھر لوٹائی جاتی ہے۔ یہ حشر بعد الموت کے لئے کافی نظیر ہے۔

(۱۸) فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ (القارعۃ۔ ع ۱)

(۱۸) جو ذرہ بھر نیکی کرے گا (اوسکا اجر دنیا میں خواہ آخرت میں) دیکھ لیگا جو ذرہ بھر بدی کرے گا۔ اسکا بدلہ (دنیا میں خواہ آخرت میں) مشاہدہ کرے گا۔

(۱۹) لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ (یونس۔ ع ۰۷)

(۱۹) مومنوں کو دنیا اور آخرت میں (دو نو جگہ نیک عملوں کے بدلہ کی) خوشخبری ہے۔

(۲۰) لھم عذاب فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اشق (الرعد۔ ع ۔ ۵۔)

(۲۰) کافروں میں سے دنیا میں بھی (کسی کو) عذاب ہے۔ اور آخرت میں (سب کو سخت عذاب) ہے۔

(۲۱) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر (شوریٰ۔ ع۔ ۴۔)

(۲۱) جو کچھ تم کو دُکھ مصیبت (دنیا میں) پہنچتی ہے۔ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ اور بہتیرے گناہوں سے (تمسے) دنیا میں درگذر بھی ہو جاتی ہے۔

(۲۲) ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون۔ انما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار۔ (ابراہیم۔ ع۔ ۷۔)	(۲۲) جن ظالموں کو دنیا میں بدلہ نہیں ملتا۔ اون کے ظلم سے خدا تعالے کو غافل نہ سمجھ۔ انکو وہ اس دن تک ڈھیل دیتا ہے جب میں آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ (یعنے قیامت کے دن تک۔)
(۲۳) افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (سورہ ن۔ ع۔)	(۲۳) کیا ہم فرمانبرداروں اور گنہگاروں کو برابر کردینگے؟ تمہیں کیا ہوگیا کیسی باتیں کہتے ہو۔
(۲۴) ما یبدل القول لدیّ وما انا بظلام للعبید۔ (ق۔ ع۔)	(۲۴) میرا وعدہ جزا و سزا بدلا یا جائیگا میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

تشریح۔

آیات نمبر ۱ و ۲ میں پہلے چاروں سوالوں کا جواب ہے۔ پہلی آئت میں ایک جسمانی حالت انسان مندرجہ سوال اوّل (پیدائش) کا ذکر ہے۔ اور اس پیدائش کی غرض کا بیان اور دنیا و عقبیٰ میں اسکا نتیجہ ظاہر ہونے کا ذکر ہے۔ دوسری آئت میں جسمانی حالت انسانی کے مراتب و درجات کا ذکر ہے۔ پھر اوس کی موت اور عاقبت میں اوٹھائے جانے کا بیان۔

اور آیات نمبر ۳ و ۴ و ۵ میں جواب۔ سوال اوّل کے متعلق انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان ہے۔ کہ انسان جسمانی بناوٹ و انداز میں اور حیوانات سے افضل ہے۔ اہل انصاف انسان کے ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک۔ کان۔ آنکھ۔ وغیرہ اعضاء کا مقابلہ۔ اور حیوانات ہاتھی۔ گھوڑے۔ اونٹ وغیرہ کے اعضاء سے کریں تو اس فضیلت کا یقین و اقرار کریں۔ ان میں اُسکی عقل اور روحانی طاقتوں کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ وہ ان طاقتوں میں سب سے فائق و ممتاز ہے۔ یہانتک کہ وہ سب

اب سکے آگے مقہور مغلوب اور یہ قاہر و غالب وہ اسکے خادم و مرکب ہیں۔ اور یہ اُنکا مخدوم و سوار۔ وہ سب مملوک ہیں۔ اور یہ اُنکا مالک۔

اور نیز ان میں سوال دوم و چہارم کا جواب ہے۔ اور یہ ارشاد کہ اگر انسان اپنی عقلی روحانی طاقتوں سے کام نہ لے اور ابنائے جنس اور ہمجنسوں اور ماتحتوں سے حسن اخلاق سے پیش نہ آوے۔ اور اپنے خالق کا حق احسان فراموش کر دے تو وہ اِن سب سے نیچے درجہ میں جا گرتا ہے۔ اور بدترین حیوانات سے بدتر ہو جاتا ہے۔ جس کے حق میں دوسری آئت میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ چوپایہ جانوروں کی مانند ہیں۔ بلکہ اُنسے بھی گمراہ تر اور وہ غافل ہیں۔

اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اولٰئک ھم الغافلون (اعراف ۔ ع ۲۲)

اور اگر وہ ان طاقتوں سے کام لے اور اپنے ہمجنسوں اور خالق کا حق ادا کرے تو دائمی اجر و انعام کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جسکا ظہور دنیا و آخرت دو نو جگہ ہوتا ہے۔ اور آیات نمبر ۶ و ۷ و ۸ ۔ میں سوال اوّل کے متعلق انسان کے حالات ثلثہ جسمانی اخلاقی روحانی کی مزید تشریح ہے۔ اور جواب سوال سوم ۔ کی طرف اشارہ کہ انسان کو اپنی اون حالتوں کی قدر دانی اور اپنے خالق محسن کی شکر گذاری لازم ہے۔ اور ناشکری و بے انصافی سے بچنا ضروری ہے۔ اور اُنکو پیدا کرنے اور اون نعمتوں سے سرفراز کرنے سے یہی غرض و مقصود ہے۔

اور آئت نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۱ ۔ میں پہلے سوال کے متعلق انسان کی اخلاقی حالتوں کا بیان اور مکارم اخلاق کی ترغیب و ہدائت پائی جاتی ہے۔ آئت نمبر ۹ و ۱۱ ۔ میں جو دور و نزدیک کے ہمسائیوں اور یتیموں اور مسکینوں قرابتیوں وغیرہ سے احسان کرنیکا حکم ہے۔ اور آئت نمبر ۱۰ ۔ میں جو عدل و انصاف حکم ہے۔ یہ حکم عام ہیں جو اسلام کے علاوہ اور مذاہب کے ہمسایوں اور مسکینوں اور یتیموں قرابتیوں وغیرہ کو بھی شامل ہیں۔

اسلام کے ہادی اور ہمارے پیغمبر کا ارشاد ہے کہ تمام مخلوق خدا کا عیال ہے

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ ۞ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوۃ ص ۴۲۱)

سو خدا کو پیارا وہ ہے جو خدا کے عیال سے احسان کرے۔ (عیال کے معنے نہ زن و زوجہ کے نہ سمجھ لینا۔ خدا تعالے جورو بیٹے۔ کنبہ۔ قبیلہ سے پاک ہے۔ عربی زبان میں عیال وہ کہلاتا ہے جسکی کوئی پرورش و تربیت کرے۔)

ہمارے ہادی و پیغمبر کے اصحاب میں سے ایک صاحب عبد اللہ بن عمر تھے اُنکے گھر میں بکری ذبح ہوئی۔ تو اُنہوں نے گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے فلاں ہمسایہ یہودی کو گوشت (بطور ہدیہ و تحفہ) بھیجا ہے۔؟

اصول و تعلیمات سے ناواقف اقوام کا خیال ہے کہ اسلام نے کافروں کو مارنے قتل کرنے یا کھانے پینے اور عیش کرنے ہی کی تعلیم کی ہے۔ اخلاق اور ہمدردی انسانی کی اس میں تعلیم نہیں ہے۔ وہ لوگ ان آیات نمبر ۹۔ ۱۰ و ۱۱ میں غور کریں اور اپنے غلط خیال کو واپس لیں۔

بیشک اسلام میں جہاد کا حکم بھی ہے۔ جو اسلام کا ایک رکن کیں ہے۔ مگر وہ حکم جہاد ان ہی لوگوں سے مخصوص ہے جو مسلمانوں کو ستا دیں۔ اور اون کے مذہب یا حقوق میں دست اندازی کریں۔ یہ حکم نہیں ہے کہ ہر ایک مخالف مذہب کو قتل کر ڈالیں گو ہمسایہ مسکین۔ یتیم۔ قرابتی۔ اور غیر ضرر رساں کیوں نہ ہو۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد میں ہو چکی ہے۔ جو اُردو۔ فارسی۔ انگریزی تینوں زبانوں میں شایع ہو چکا ہے۔ شائقین تفصیل اس رسالہ کو دیکھیں۔

اور آیت نمبر ۱۲ میں سوال سوم کا تصریح کے ساتھ جواب ہے۔ کہ انسان کو پیدا کرنے اور اسکو جسمانی روحانی قوائے عطا کرنے سے اصل غرض و مقصود یہی ہے کہ وہ

اپنے خالق کی عبادت کرے نہ یہ کہ صرف حیوانوں کی طرح کھانے پینے میں لگا رہے۔ اور رات دن اسی کے فکر میں سرگرم رہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان دنیا اور معاش کا کسب و شغل چھوڑ کر کسی مسجد میں یا کسی غار میں جا بیٹھے۔ اور بجز نماز و دعا کچھ کام نہ کرے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز و عبادت کو اصل مقصود سمجھے۔ اور دوسرے دنیاوی کاموں کو اسی عبادت کا ذریعہ۔ انسان کھانا کھائے گا۔ اور کپڑا پہنیگا تو عبادت کر سکے گا۔ لہٰذا اسکا اصل مقصد عبادت ہو۔ اور کھانا کھانا اور کپڑا پہننا اس غرض سے ہو کہ وہ عبادت کے کام میں آوے۔ اور اس سے عبادت میں مدد ملے۔ چنانچہ کہا گیا ہے ؎ خوردن برائے زلیستن و ذکر کردن است ✽ تو معتقد کہ زلیستن از بہر خوردن است ✽

کسب حلال و طلب معاش بھی انسان کا ایک فرض ہے۔ مگر وہ فرض عبادت کے دوسرے درجہ پر اور اسکے بعد ہے۔ چنانچہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان
(مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۲)

یہ کسب و طلب معاش بھی اس نیت سے چاہیے کہ یہ ہمارے ذمہ ایک فرض لگایا گیا ہے۔ نہ اس نیت سے کہ ہم اپنے کسب سے اپنے رزاق آپ ہیں اور یہی کسب ہماری روزی کا حقیقی مؤثر ہے۔

دنیا میں بہت لوگ ناداں و بے سامان ایسے ہیں جو کچھ نہیں کرتے۔ یا کرتے ہیں تو بہت کم۔ مگر وہ عیش سے عمر بسر کرتے ہیں۔ اور بہت سے عقلمند اور صاحب مال ایسے ہیں جو رات و دن کسب کے کام میں سرگرم ہیں۔ اور وہ اپنی ضروریات روزمرہ پوری نہیں کر سکتے۔ ؎ بہ ناداں آنچناں روزی رساند ✽ کہ دانا اندراں حیراں بماند ✽

آئت نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ میں سوال دوم وچہارم کا تشریح اور دلیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے - اور یہ ثابت کیا گیا ہے - کہ مرنے کے بعد تم اٹھائے جاؤگے - اور اپنے اعمال کا بدلہ اس دنیا اور عاقبت دونو جگہ پاؤگے -

تمہارا دوبارہ پیدا کرنا ایسا ہے جیسے پہلے پیدا کرنا - اور ساری مخلوق کو اوٹھانا ایسا ہے جیسا کہ ایک جی کو اوٹھانا - تم ہر شب ایک قسم کی موت سے قبض کئے جاتے ہو اور پھر صبح کو اٹھائے جاتے ہو - ایسا ہی اس موت کے بعد اٹھائے جاؤگے - جو آخری موت ہے -

اور آئت نمبر ۱۸ لغائت ۲۱ میں جواب سوال چہارم کی تفصیل وکیفیت بیان کی گئی ہے - کہ ایک ذرہ بھر نیکی یا بدی کروگے تو اسکا بدلہ بھی پاؤگے - دنیا میں ہو خواہ عاقبت میں - نیکوکاروں کو دنیا میں بھی نیکی کا بدلہ کسیقدر ملتا ہے - اور عاقبت میں پورا ملے گا - اور جو دنیا میں کسی نیکی کا بدلہ نہ پائیں گے - وہ عاقبت میں اوسکو پورا لیں گے - اور انکو بدی کا بدلہ بھی دنیا میں ملجاتا ہے - اور کسی بدی سے درگذر بھی ہوجاتا ہے اور آخرت میں وہ اس بدی سے پاک وصاف ہوکر جائینگے - اور بدکاروں ظالموں کو اُنکی بدیوں اور ظلم کا دنیا میں بھی کسی قدر ملجاتا ہے - اور آخرت میں پورا ملیگا - اور جو دنیا میں ظلم کا بدلہ نہیں پاتے - وہ آخرت میں ظلم وگناہوں کا بوجھ پورا اٹھا کر جائینگے اور اُسکا پورا بدلہ پائیں گے - ان ظالموں سے دنیا میں کچھ نیکی ہوتی ہے - (مثلاً کسی بھوکھے کو کھانا کھلانا یا پانی پلانا) تو اسکا بدلہ اُن کو دنیا میں صحت ورزق وعافیت ملجاتا ہے - اور اُنکا وہ عمل بیکار ہو بے اجر نہیں رہتا - ہاں عاقبت میں اسکا اجر کچھ نہ ملے گا - کیونکہ اُنہوں نے بڑا ظلم کیا ہے - لہذا اگر وہاں بھی اونکو اسکا بدلہ ملے تو نیکوکاروں پر جنہوں نے گناہ سے اپنے آپ کو روکا - اور اسکا بدلہ دنیا میں پورا نہ پایا - قانونی و شرعی ظلم ہوگا جس سے خدا تعالے پاک ہے -

صاحبان! - یہ جواب جو آیات مذکورہ بالا میں ادا ہوئے ہیں - صرف دعاوی نہیں ہیں - بلکہ اون کے دلائل بھی اُنکے ساتھ موجود ہیں - اور یہ قضایا منطق کی اصطلاح میں اولیات کہلاتے ہیں - جنکے قیاسات اُنکے ساتھ ہوتے ہیں -

انسان کے حالات جسمانی اخلاقی اور روحانی جو آیات مذکورہ میں بیان ہوئے ہیں - وہ کس و ناکس کے مشاہدہ میں آتے ہیں -

و معہذا ہم کم توجہ لوگوں کی فہمائیش کے لئے ان حالات کی کسی قدر تشریح بھی عنقریب کریں گے -

ان حالات کا عین مقتضا و لازمہ ہے کہ انسان اپنے ہمجنسوں و ماتحتوں پر شفقت کرے - اور حُسن اخلاق سے پیش آوے (جو انسان کی اخلاقی حالت ہے) اور اپنے منعم و محسن حقیقی کا شکر گذار و فرمانبردار رہو - (جو انسان کی روحانی صفت ہے)

ے ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ٭ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری ٭
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ٭ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری ٭ یہی

شکر گذاری و فرمانبرداری انسان کی روحانیت ہے - جسکے بغیر انسان انسان کہلانیکا مستحق نہیں ہے - یہ روحانیت ان صفات و حالات انسان کا لازمہ ٹھہری ہے، تو اس سے جزا و سزا کی ضرورت بھی ثابت ہوئی -

جزا و سزا نہ ہو تو انسان کی پیدائش ان حالات و صفات کے ساتھ عبث ٹہرتی ہے جس سے خدا تعالےٰ حکیم علیم کی شان بلند ہے - ہم ایک کاریگر لوہار کی ساخت سوئی یا گھڑی کا چکر دیکھتے ہیں - تو اس سے یقین کرتے ہیں کہ ان سے سینے کا یا دوسرے پرزے کو یا چلانے کا کام لینا لوہار کو مقصود ہے - اور جو سوئی یا چکر یہ کام نہ دے اسکا پھینک دینا مناسب ہے - پھر کیا صانع عالم کی مصنوعات صفات و حالات انسانی سے یہ یقین نہیں کرتے - کہ انسے روحانیت کام لینا خدا کا مقصود ہے - اور جو کام نہ دے

اسکو انسانیت کے رتبہ سے گرا کر حلالیہ کا ابندھن بنانا مناسب ہے۔

اور چونکہ ہم صاف مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا میں بہت لوگ ایسے ہیں۔ کہ اپنے عمل نیک و بد کا پورا بدلہ نہیں پاتے۔ بہت سے نیک عمل و خداترس ایسے ہیں جو مدت العمر ابناء جنس سے حسن اخلاق وسلوک سے پیش آتے ہیں۔ اور خدا کی یاد و عبادت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ باایںہمہ وہ دنیا میں تنگی و تکلیف سے عمر بسر کر جاتے ہیں۔ اور اپنے اعمال حسنہ کا پورا اجر دنیا میں نہیں پاتے۔ اور بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ رات دن فسق و فجور و ظلم و غفلت میں لگے رہتے ہیں۔ اور وہ دنیاوی عیش اور آسائش سے عمر بسر کرتے ہیں۔ اور اپنے فسق و فجور و ظلم و غفلت کی کچھ بھی سزا دنیا میں نہیں پاتے جس سے ہم کو یقین ہوتا ہے۔ کہ انکی جزاء و سزا کا محل اس دنیا کے سوا کوئی اور محل بھی ہونا چاہیئے۔ ورنہ پیدائش صفات انسانی عبث ہو جائیگی۔

وہ محل عاقبت یا قیامت ہے۔ جس کی آیات مذکورہ بالا میں خبر دیگئی ہے۔

جزاو سزا اخروی کے تین نظائر دنیا میں بھی موجود ہیں۔ اور کس و ناکس کے مشاہدہ و تجربہ میں آجاتے ہیں۔ ان ہی نظائر سے چوتھی قسم (اخروی جزاو سزا) کا یقین بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

صاحبان! جن تین اقسام کی جزاو سزا دنیا میں مل جاتی ہیں۔ ازانجملہ ایک وہ جزاو سزا ہے۔ جو انسان کے جسمانی حالات اور طبعی خواص کا مقتضا ہے۔ انسان اگر غذا موافق طبع کھاوے تو تندرست رہتا ہے۔ اور اگر زہر کھاوے تو وہ فوراً مرجاتا ہے گھوڑا گھاس کھائے تو اچھا رہتا ہے۔ اور اگر گوشت کھائے تو اوسکی صحت میں فتور و قصور واقع ہو جاتا ہے۔ یہ جزاو سزا نہیں تو اور کیا ہے؟۔

قسم دوم وہ سزا جو انسان کی روحانی صفات و قوائے کا مقتضا ہے۔ کسی انسان سے (بشرطیکہ وہ انسانیت سے خارج ہو کر بہائم سے ملحق نہ ہو گیا ہو۔) اگر کسی معصوم

کی جان بے گناہ و ناحق تلف ہو گئی ہو، تو اگرچہ کسی دوسرے غالب (حاکم وقت) یا مساوی درجہ کے آدمی کو خبر تک نہ ہوئی ہو۔ تاہم اسکے دل سے اوسکی روحانیت سے اوس کے کانشنس سے افسوس و رنج و ملامت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر اس سے کسی مخلوق پر رحمت و شفقت عمل میں آوے تو اسکے دل میں فرحت و سرور پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی سزا و جزا نہیں تو اور کیا ہے؟ قسم سوم وہ جزا سزا ہے کہ اعمال نیک و بد کے عوض میں دنیا کے لوگوں سے ملتی ہے۔ جب کوئی نیک کام کرتا ہے اور اس کے اس کام پر دنیا کے لوگونکو اطلاع ہوتی ہے۔ تو چاروں طرف سے اُسپر نعرہ تحسین بلند ہوتا ہے۔ عام لوگوں کیطرف سے (اون کی غرض اس شخص سے متعلق ہو خواہ نہ ہو) آفرین کی صدا پہنچتی ہے۔ کہ فلان شخص بڑا نیک ہے جس نے ایسا نیک کام کیا ہے۔ اور اگر وہ برائی کرتا ہے تو دنیا کے لوگوں سے اُسپر نفرین اور شیم شیم کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اور چاروں طرف لعنتوں کی بوچھاڑ پڑتی ہے۔ اور کس و ناکس کی طرف سے یہ آواز آتی ہے۔ کہ فلان شخص بہت بُرا آدمی ہے۔ جس نے ایسا بُرا کام کیا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی جزا و سزا اعمال نہیں تو اور کیا ہے۔؟ -

صاحبان! یہ قسم سوم بھی ایک قسم کی آسمانی جزا و سزا ہے۔ خدا کے حضور میں کسی شخص کے کسی فعل نیک یا بد کے سبب عزت یا اہانت ہوتی ہے۔ تو حکم آسمانی پہلے آسمان والوں میں۔ پھر دنیا میں سرکلیٹ* کیا جاتا ہے کہ یہ شخص میرا پیارا یا دشمن ہے تم اس کو پیار کرو یا اس سے دشمنی کرو تو وہ مقبول یا مبغوض خلائق ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون ایک حدیث کا ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اور اوسکے موافق

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحبہ ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء فیوضع لہ القبول فی الارض الحدیث رواہ مسلم (مشکوۃ صفحہ ۱۴۷)

*یعنی مشتہر و مستدار ل۔

یہ ضرب المثل مشہور رہے "زبان خلق نقارہ خدا" اور جب یہ تین قسم جزا و سزا کے مسلم کل ہیں تو چوتھی قسم جزا و سزا اخروی کا مان لینا محل اشکال نہیں رہتا - اور قرآن کر دعوے جزا و سزا اُخروی کے صدق میں شک باقی نہیں رہتا -

خاص کر پہلے سوال کے متعلق روحانی حالات انسانی کا جواب

(جسکے ضمن میں اور سوالات کا جواب بھی ادا ہوا ہے)

(۱) انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جھولا - (احزاب - ع - ۹)	(۱) ہمنے امانت کو (اخلاقی اور روحانی احکام کو بجالانا - اور اس تکلیف کا متحمل ہونا) آسمان اور زمین اور پہاڑوں (کی فطرت) پر پیش کیا - تو اُنہوں نے (اپنی فطرتی عدم لیاقت سے) انکار کیا - اور ان (کی حالت)

کو اس سے ڈر لگا - انسان نے اوسکو اٹھالیا - کیونکہ اس (کی فطرتی حالت) میں ظلم (اور انصاف) اور جہل (اور علم) دونو داخل تھے - (اور یہ اس تکلیف کی صلاحیت رکھتا تھا -)

(۲) وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ وتعالی عما یشرکون - (قصص - ع ۷)	(۲) تیرا رب جس مخلوق کو چاہتا ہے کسی صفت سے چن لیتا ہے (اور مخصوص کرتا ہے) لوگوں کو اس امر کا اختیار نہیں

ہے - (جو مشرکین اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں صفت سے کیوں مخصوص کیا - اس سے خدا) پاک اور بالاتر ہے -

(۳) واذا جاءتھم اٰیۃ قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ اللہ اعلم حیث یجعل	(۳) جب اُنکو (نبی کی تصدیق کیلئے) کوئی نشانی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم نہ مانینگے جبتک ہمکو نہ ملے جو رسول کو ملا ہے

رسالتہ سیصیب الذین اجرموا صغار عند اللہ وعذاب شدید بما کانوا یمکرون (انعام - ع - ۱۵)	(یعنے نبوت و معجزہ) اللہ خوب جانتا ہی رسالت کہاں بھیجی - مجرمون (رسول کے منکروں) کو جلد ذلت اور سخت عذاب

پہنچیگا - ان مکروں کے بدلے جو وہ کرتے ہیں -

(۴) قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما کان یعبد اباؤنا فاتونا بسلطان مبین قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ وما کان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (ابراہیم - ع - ۲)	(۴) وہ (رسولوں کو) بولے تم تو ہمارے جیسے بشر ہو (جو کھاتے پیتے ہو -) اور ہم کو ان معبودوں سے روکتے ہو - جنکو ہمارے بزرگ پوجتے تھے - ہمارے پاس کوئی نشان ظاہر لاؤ - رسولوں نے کہا - ہیں تو ہم تمہارے جیسے - مگر خدا جس بندہ پر چاہتا ہے - احسان کرتا ہے - اور نشان لانے کا ہم کو (ذاتی) اختیار نہیں ہے - بجز اسکے کہ خدا کا حکم ہو - اور خدا ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے -
(۵) قالوا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اھم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا - ورحمت ربک خیر مما یجمعون (زخرف - ع - ۳)	(۵) وہ بولے - کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن دو بستیوں (مکہ اور طائف) کے ایک سردار پر - کیا وہ خدا کی رحمت کو بانٹتے ہیں - ہم نے ان میں دنیا کی روزی بانٹ رکھی ہے - اور ایک کو دوسرے سے اونچا کیا - تاکہ ایک دوسرے کو خادم بناوے

خدا کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ اکٹھا کرتے ہیں -

(۶) انظر کیف فضلنا بعضھم علی بعض وللاٰخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلا (بنی اسرائیل ع-۳)	(۶) دیکھ ہم نے کیونکر ایک کو ایک پر (دنیا میں) بزرگی دی ہے۔(اسی سے سمجھ لے) کہ البتہ آخرت درجوں میں اور بزرگی میں بہت بڑی ہے۔
(۷) قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین۔ (احقاف ع-۱۰)	(۷) تو کہدے میں انوکھا رسول نہیں ہوں (یعنے نہ میری تعلیم انوکھی ہے۔نہ رسالت) اور مجھے یہ خبر نہیں کہ (دنیا میں)

مجھ سے کیا ہوگا۔ (مکہ میں رہکر تم پر غالب آؤنگا۔یا یہاں سے ہجرت کرکے غلبہ حاصل کرونگا اور تم سے کیا ہوگا۔میں تو حکم ہی کا پیرو ہوں۔اور میں صرف کھلا کھلا ڈر سُنانے والا ہوں۔

(۸) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل ع-۲)	(۸) ہم کسی بستی کو عذاب کرنیوالے نہیں جبتک کہ رسول نہ بھیج لیں۔
(۹) انما انت منذر ولکل قوم ھاد (رعد ع-۱)	(۹) تو صرف ڈر سُنانے والا ہے۔اور ہر ایک قوم کیلئے (ایسے) رہنما گذرے۔
(۱۰) ان انت الا نذیر۔انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا۔وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ (فاطر ع-۳)	(۱۰) تو صرف ڈر سنانے والا ہے۔اور تجھے ہم نے ڈر سنانے والا۔اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔اور کوئی امت یا جماعت نہیں جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو
(۱۱) وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم اٰیاتنا وما کنا مھلکی القری الا واھلھا ظالمون۔ (قصص ع-۶)	(۱۱) تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کرے۔جبتک اسکے صدر مقام میں رسول بھیج لے۔جو اُنپر خدا کی آیتیں پڑہے۔

(۱۲) انا اوحینا الیک کما اوحینا
الی نوح والنبیین من بعدہٖ واوحینا
الی ابراھیم واسمعیل واسحق و
یعقوب والاسباط وعیسی وایوب
ویونس وھارون وسلیمان واتینا
داوود زبورا - ورسلا قد قصصنٰھم
علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم
علیک وکلم اللہ موسی تکلیما
رسلا مبشرین ومنذرین لئلا
یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل
وکان اللہ عزیزا حکیما - (نسا - ع ۲۳ -)
(۱۳) شرع لکم من الدین ما وصی بہ
نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا
بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان
اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی
المشرکین - ما تدعوھم الیہ - اللہ
یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ
من ینیب - (شوری - ع ۲ -)
(۱۴) لکل جعلنا منکم شرعۃ و
منھاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ
ولکن لیبلوکم فی ما اتاکم فاستبقوا الخیرات

ہم بستیوں کو تب ہی ہلاک کرتے ہیں - کہ
اُسکے لوگ ظالم ہوں -
(۱۲) ہم نے تیری طرف ایسے وحی (مخفی
پیغام) بھیجی ہے جیسے نوح - ابراہیم
و اسمٰعیل - و اسحق - و یعقوب - و عیسیٰ - و
ایوب - و یونس - و ہارون - و سلیمان کی
طرف بھیجی - اور داؤد کو زبور عطا کی - اور
موسےٰ سے ہمکلامی کی - اور کتنے رسول بھیجے
جنکا حال سُنایا - اور کتنے رسول بھیجے
جنکا حال نہیں سُنایا - رسولونکو ڈرانے
اور خوشخبری سُنانے کو بھیجا - تاکہ لوگوں کی
خدا کے سامنے حجت باقی نہ رہے (کہ ہمارے
پاس کوئی رسول نہیں آیا -)
(۱۳) تمہارے لئے ہمنے وہ (اصول) دین
مقرر کر دیئے ہیں جو نوح وغیرہ نبیوں کو
مقرر کر دی تھے - اور حکم دیا کہ دین کو
قائم رکھو - اور اسمیں پھوٹ نہ ڈالو - اللہ جسے
چاہتا ہے چن لیتا ہے - جسکو چاہتا ہے
راہ دکھاتا ہے -
(۱۴) تم میں سے ہر ایک کو (مناسب وقت)
جدا جدا فروعی شریعتیں بھی دی ہیں - خدا

الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون (مائدہ - ع - ۷)

(۱۵) وکذلک اوحینا الیک روحًا من امرنا ماکنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلنہ نورًا نھدی بہ من نشاء من عبادنا و انک لتھدی الی صراطٍ مستقیم (شوری - ع - ۵)

چاہتا تو سب کو ایک ہی (فروعات والی) جماعت بنا دیتا ہے۔ مگر وہ تم سے احکام مناسب وقت وحالت کے مطابق کام لینا چاہتا ہے سو نیکیوں میں اگاڑی بڑہو۔

(۱۵) ایسا ہی ہمنے تیری طرف روح کو (یعنے وحی الہی کو جو دلونکو زندہ کرتی ہے) اپنے حکم سے بھیجا۔ تو نہ جانتا تھا کتاب آسمانی کیا ہوتی ہے۔ اور ایمان دلانے کی باتیں کیا۔ ولیکن ہم نے یہ روشنی کی ہے۔ اس سے ہم راہ دکھاتے ہیں جسکو اپنے بندوں سے چاہتے ہیں اور تو (بھی) لوگوں کو سیدہی راہ دکھاتا ہے۔

(۱۶) قل لوشاء اللہ ماتلوتہ علیکم ولا ادریکم بہ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون۔ (یونس - ع - ۲)

(۱۶) تو کہدے کہ خدا چاہتا۔ تو میں یہ کتاب تمپر نہ پڑہتا۔ اور نہ وہ تمکو اسکی خبر دیتا۔ میں تو تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں تم نہیں سمجھتے۔

(۱۷) وماکنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذًا لارتاب المبطلون (عنکبوت - ع ۴)

(۱۷) تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑہتا تھا۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا تب توشک کرتے یہ جھوٹے۔

(۱۸) قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بایات اللہ یجحدون (انعام - ع - ۴)

(۱۸) ہمکو علم ہے کہ تجھے انکی بات سے غم ہوتا ہے وہ تجھے تو جھوٹا نہیں کہتے۔ (یہ ظالم) تو میری آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

(۱۹) وقال الذین کفروا ان ھذا
الا افک افتراہ واعانہ علیہ
قوم اٰخرون۔ فقد جاؤ ظلماً
وزورا۔ وقالوا اساطیر الاوّلین
اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ
واصیلا۔ قل انزلہ الذی یعلم
السر فی السمٰوٰت والارض انہ
کان غفورا رحیما (فرقان۔ ع۔ ۱)

(۱۹) منکر کہتے ہیں یہ قرآن جھوٹ ہے،
اسنے از خود بنالیا ہے۔ اور دوسرے
لوگوں نے اوسکی مدد کی ہے۔ سو آگئے
ظلم اور جھوٹ پر۔ بولے یہ پہلوں کی
کہانیاں ہیں۔ اُسنے لکھوا لی ہیں
اور رات دن اسپر پڑھی جاتی ہیں
تو (انکے جواب میں) کہدے یہ قرآن
اُسنے اتارا ہے۔ جو آسمانوں اور زمین
کے بھید جانتا ہے۔ (یعنے اس میں
وہ بھید ہیں۔ جنکے بیان پر اور کوئی قادر نہیں)

(۲۰) ولقد نعلم انھم یقولون
انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحدون
الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین
(النحل۔ ع۔ ۱۲)

(۲۰) بیشک ہم جانتے ہیں کہ یہ کہتے
ہیں کہ اوسکو ایک آدمی سکھاتا ہے
جسکی طرف وہ جھکتے ہیں۔ اسکی زبان
تو عجمی ہے۔ اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔

(۲۱) ام یقولون افتراہ قل فاتوا
بعشر سور مثلہ مفتریات و
وادعوا من استطعتم من دون اللہ
ان کنتم صدقین۔ (ھود۔ ع۔ ۲)

(۲۱) کیا یہ کہتے ہیں کہ اسنے یہ (قرآن)
جھوٹ بنالیا ہے۔ تو کہہ (اگر جھوٹ ہے)
تو تم بھی ویسی دس سورتیں جھوٹی بنا کر لاؤ۔ اگر سچے ہو۔ اور جس کو (مدد کے لئے)
بُلا سکو بلالو۔

(۲۲) وان کنتم فی ریب مما
نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من
مثلہ وادعوا شھداءکم من دون

(۲۲) اگر تم کو اس میں شک ہے جو
ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے۔ تو
تم اس جیسی ایک ہی صورت بنا کر لاؤ۔

اللہ ان کنتم صٰدقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النّار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدّت للکافرین (بقر ع ۳)

(۲۳) قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القراٰن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (بنی اسرائیل ع ۱۰)

اور اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر ایسا نہ کرو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو (انکار چھوڑ کر) اس آگ سے بچو جسکا ایندہن آدمی اور پتھر ہیں منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(۲۳) تو کہدے کہ آدمی اور جن سب ملکر اس قرآن کی مثل بنا کر لانا چاہیں تو ہرگز نہ لاسکینگے۔ اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بنجائے۔

تشریح

صاحبان! یہ تیس آیتیں جو میں نے پڑہی ہیں۔ یہ جلسے کے متعدد سوالوں کے جواب کی متضمن ہیں۔ مگر خصوصیت اور تفصیل کے ساتھ اون میں پہلے سوال کے متعلق انسان کی روحانی حالت کا جواب ادا ہوا ہے۔ انسانکی روحانی حالتکو دو نوع جانب اعلیٰ (اپنے خالق) اور ادنےٰ (اپنی ہمجنس مخلوق) سے تعلق ہے۔ مخلوق سے اُسکے تعلق کا اثر یہ ہے یا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے ہمجنسوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور ان کے واجبی حقوق ادا کرے۔

خالق سے اسکے تعلق کا اثر یہ ہے یا ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اوس کی فرماں برداری اور شکر گذاری میں لگا رہے۔ اور اوسکی مرضیات کا شائق وطالب رہے۔

یہ اعلےٰ درجے کی روحانیت انسان کو نہ اپنی قدرت واختیار اور صرف اپنے عقل وعمل سے حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ یہ محض قدرتی ووہبی دولت ہے۔ جو خدا تعالےٰ ہی کے فضل ومہربانی سے بحسب استعداد وقابلیت محل حاصل ہوسکتی ہے۔ اس دولت عظمےٰ وموہبت کبریٰ کے لئے خدا تعالےٰ اپنے خاص خاص بندوں کو چن لیتا ہے

جس کو رسول اور نبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انہی کے ذریعہ بطور نیابت و وراثت یہ دولت دوسرے روحانیوں کو بھی پہنچتی ہے جو انبیا علیہم السلام کے اتباع میں شامل ہو کر اولیاء و صلحا کہلاتے ہیں

حضرات انبیاء علیہم السلام اس دولت کے اوّل درجے کے مالک بنائی جاتے ہیں۔ اور اُن کی روحانیت ایسے اعلےٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ کہ نوع انسان کے لئے اس سے بڑھ کر حاصل ہونی ممکن نہیں ہے۔

ان آیات کریمہ میں اوّل درجے کے روحانیوں (انبیاء علیہم السلام) کی قوت روحانی کا بیان و ثبوت ہے۔ جس کی تقریر آیات مذکورہ کی تفسیر کے طور پر کی جاتی ہے۔

آئت نمبر اوّل میں انسان کا اخلاقی اور روحانی طاقتوں کا محل ہونے۔ اور اسوجہ سے روحانی کاموں کے بجالانے کے واسطے مامور ہونے کے لائق ہونے کا بیان ہوا ہے۔ پھر آئت نمبر ۲ میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ کہ اس روحانیت میں سبھی انسان مساوی درجے پر نہیں ہیں۔ بعض اوّل درجے کے روحانی ہوتے ہیں۔ جنکو خداوند تعالےٰ چن لیتا ہے۔ اور اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ خدا نے سب کو مساوی ویکساں کیوں نہ کر دیا۔

پھر آئت نمبر ۳ میں منکرین انبیاء کا یہ سوال نقل کر کے کہ ہم کو وہ درجہ کیوں نہ ملا اسکا یہ جواب دیا۔ کہ تم سب اس درجہ کی لیاقت و قابلیت نہیں رکھتے ؎

کلاہ خسروی و پادشاہی ÷ بہر کل کے رسد حاشا و کلا۔

پھر آئت نمبر ۴ و ۵ میں ان کے سوال مذکور کی یہ سند و دلیل نقل کر کے کہ "انبیاء بھی ہماری مثل بشر ہیں۔ اور کھاتے پیتے ہیں"۔ اسکا یہ جواب دیا ہے کہ انبیاء کھانے پینے سے مستثنے و ممتاز نہیں۔ بلکہ وہ روحانی صفات سے ممتاز ہیں جنکی

وجہ سے وہ چلنے کیلئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ اور خدا جس پر چاہے کوئی احسان کرے اسمیں کسی کو مجال اعتراض نہیں ہے۔ دنیا کے مراتب و درجات کو دیکھو۔ کوئی بادشاہ ہے۔ کوئی گدا۔ کوئی خادم ہے کوئی مخدوم کوئی فقیر ہے کوئی امیر۔ ان تخصیصات اور امتیازات پر اعتراض نہیں تو روحانی درجات میں خصوصیت انبیاء پر کیوں اعتراض ہے۔

پھر آئت نمبر ۶ میں دنیاوی مراتب و درجات میں ایک کی دوسرے پر فضیلت مسلم قرار دیکر اس سے روحانی اور اخروی درجات کی فضیلت کا اثبات کیا اور معترضین کے سوال مذکور کو قطع کر دیا۔

آیات نمبر ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱۔ میں خاتم الانبیاء کے نبوت و رسالت سے مخصوص ہونے پر اعتراض کو اٹھایا۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ جیسے آپ رسول ہو کر آئے ہیں۔ ویسے ہی ہر ایک قوم کے لئے رسول و نبی ہو گذرے ہیں۔ کوئی امت یا جماعت رسول سے خالی نہیں۔

صاحبان! عام لوگوں کا ایک یہ اعتراض تھا۔ کہ قرآن میں خاص کر عرب یا شام وغیرہ بلاد کے نبیوں کا ذکر ہے۔ اس نبوت کی روحانی اصلاح کے لئے ضرورت تھی تو اور ملکوں میں نبی کیوں نہیں بھیجے گئے۔ اس اعتراض کا ان آیات میں یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ سب قوموں اور سب ملکوں کے صدر مقاموں میں رسول بھیجے گئے ہیں۔

آئت نمبر ۱۲ میں یہ فرمایا ہے کہ فرق صرف یہ ہے کہ بعض رسولوں کا ہم نے حال سنایا ہے بعض کا نہیں سنایا۔

صاحبان! اسکی وجہ یہ ہے۔ (واللہ اعلم) کہ قرآن کے اوّل مخاطب اُن ہی ملکوں کے رسولوں کی تصدیق کر سکتے تھے۔ جو عرب کے قریب تھے اور اُنہی رسولوں کے

نام انہون نے سنے ہوئے تھے۔ اور اگر ہندوستان یا فارس کے رسولون کے نام اون کو سنائے جاتے تو وہ اُون کی تصدیق نہ کرسکتے۔

قرآن شریف نے ہم کو نہیں بتایا۔ اسواسطے یقیناً تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ممکن ہے کہ ہندوستان میں وہ لوگ رسول ہو گذرے ہوں جنکو یہاں کے لوگ اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں۔ پچیس برس کا عرصہ ہوا ہے کہ میں نے مرزا مظہر جانجانان خلیفہ ارشد حضرت مجدد الف ثانی کے حالات کی کتاب مقامات مظہری میں دیکھا تھا۔ کہ مرزا صاحب یا آپکے پیر صاحب نے رام اور کرشن کو خواب میں آگ کی نہر میں دیکھا۔ ایک شخص نہر کے بیچمیں کھڑا ہے۔ دوسرا کنارے کے قریب۔ اسکی تعبیر مرزا صاحب یا ان کے پیر نے یہ کی۔ کہ ممکن ہے کہ یہ معرفت وعشق الٰہی کی آگ ہو۔ اور بیچ میں کھڑا ہے وہ معرفت و عشق الٰہی میں کامل اور کنارے کے قریب کھڑا ہونے والا اس سے کمتر ہو۔

اگر کسی مسلمان کو یہ شبہ پیدا ہو کہ اُن لوگوں کے جو حالات و مقالات انکے پیرو (ہندو) بیان کرتے ہیں۔ وہ ایسے نہیں ہیں جیسے مقدس لوگوں کے ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں مرزا صاحب موصوف کی اس خواب کی مذکورہ بالا تعبیر کیونکر درست ہوسکتی ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حالات جو اُنکے پیرو بیان کرتے ہیں اصلی اور واقعی نہ ہون۔ بلکہ وضعی اور بناوٹی ہوں۔ چنانچہ یہود اور نصاریٰ مقدس گروہ انبیاء علیہم السلام کے بہت سے حالات و مقالات ایسے بیان کرتے ہیں جو اُن کی شان کے مناسب نہیں۔ پھر کیا ان حالات سے ان حضرات کی نسبت کچھ اعتراض ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ دور کیوں جاؤ اسلام ہی کو دیکھو کہ عام مسلمانوں نے اسلام میں بہت سی باتیں ایسی لا رکھی ہیں جو اصل اسلام میں نہیں ہیں۔ پھر کیا ان عوام کے کہنے سے وہ باتیں داخل

اسلام سمجھی جاسکتی ہیں - ہرگز نہیں - بلکہ اونکو یقینی طور پر وضعی اور بناوٹی کہا جاتا ہے اور اسلام کو ان سے پاک سمجھا جاتا ہے -

ایسا ہی ممکن ہے کہ جو بری باتیں رام اور کرشن کی ہندؤں کی کتابوں اور روایتوں میں موجود ہیں - وہ اصلی نہ ہوں بلکہ وضعی ہوں -

آئت نمبر ۱۳ و ۱۴ میں خاتم الانبیاء کی تعلیم کا انبیائے سابق کی تعلیم سے مطابق ہونا بیان ہوا ہے - اور یہ فرمایا ہے - کہ اصول تمام انبیاء علیہم السلام کے ایک ہیں فروعات میں اختلاف ہے جو ہر وقت اور ہر زمانہ میں بحسب ضرورت اور مصلحت وقت ہوتا رہا ہے - پس صرف ان بعض فروعی اختلافات کی نظر سے آپ کے مخالفین اور منکرین کو آپ کی تصدیق اور پیروی سے نفرت اور انکار کسی طرح بھی مناسب نہیں - وہ ان فروعات سے نظر اوٹھا کر اصول کو دیکھیں اور ان اصول کی نظر سے خاتم الانبیاء کو بھی مان لیں - اگر وہ پہلے نبیوں کو مانتے ہیں -

آئت نمبر ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ - میں منکرین نبوت خاتم الانبیاء پر یہ دلیل قایم کی ہے کہ یہ شخص چالیس برس کی عمر تک تم میں رہا - نہ لکھنا جانتا تھا - نہ لکھے ہوئے کو پڑہنا نہ کسی کتاب کا علم رکھتا تھا - نہ ایسانی باتوں سے واقف تھا - چالیس برس تک ان باتوں سے آشنا نہ ہوا - اور کبھی اُنکا دعوے نہ کیا - تو چالیس برس کے بعد (جبکہ قوائے نفسانی وشہوانی درجہ انحطاط کو پہنچ جاتے ہیں) ایسی باتیں ایمانی اور ایسی کتاب آسمانی از خود کیونکر بنا لایا - اور نیز چالیس برس کی عمر تک اوس نے بندوں پر جھوٹ نہ بولا - تو دعوے نبوت و نزول کتاب آسمانی میں خدا پر کیونکر افتراء کیا -

ابوجہل نے آپ کو کہا تھا کہ ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے اور نہ ہم نے تیرا جھوٹ کبھی دیکھا ہے - پر یہ جھوٹ ہے جو تو اَب لے کر آیا ہے جسپر یہ ارشاد ہوا جو آئت

نمبر ۸ امیں ہے کہ یہ تجھے جھوٹا نہیں کہتے مجھے کہتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۹ تا آخر میں منکرین نبوت خاتم الانبیاء کا یہ شبہ وخیال نقل کیا ہے کہ یہ شخص جو مکہ کے ایک نصرانی لوہار کے پاس کبھی جایا کرتا تھا اوس سے یہ قصے کہانیاں عاد وثمود کی سیکھ کر آتا ہے۔ اور اون کو لکھوا کر خوب یاد کرکے لوگوں کو سُنا دیتا ہے۔ اور یہ جھوٹا دعوے کرتا ہے۔ کہ یہ قرآن ہے جو خدا کیطرف سے نازل ہوا ہے۔

قرآن کریم نے انکے اس شبہ کے دو لاجواب **جواب** دیئے ہیں۔ جنکا جواب نہ کسی نے آجتک دیا۔ نہ قیامت تک کوئی دیسکتا ہے۔ ساری دنیا کے مخالف اور معاند جمع کیوں نہ ہو جائیں **اوّل** جواب آئت نمبر ۲ میں یہ دیا کہ وہ لوہار جس کے پاس کسی زمانے میں آنحضرت جایا کرتے تھے اسکی زبان عربی نہیں ہے۔ اور یہ قرآن تو ایسا صاف عربی ہے جس کا لوہا عرب نے مان لیا ہوا ہے۔ اُسپر اُنہوں نے یہ اعتراض کیا۔ جس کا آئت ۱۹ میں ذکر ہے۔ اسکا جواب لاجواب آئت نمبر ۱۷ اور ۲۲ و ۲۳ میں یہ دیا کہ یہ شخص تو لکھا پڑھا نہ کبھی اوس نے شعر کہا نہ خطبہ پڑھا۔ (یعنے لکچر دیا) اور تم لوگ تو بڑے بڑے شاعر وخطیب الکچرار ہو۔ اس قرآن کو اس شخص کا کلام سمجھتے ہو تو تم اسکی مثل دس سورتیں ہی بنا کر لاؤ۔ اس سے وہ لوگ رہ گئے تو فرمایا کہ ایک ہی سورت بنا کر دکھاؤ اور ساتھ ہی اسکے یہ پیشگوئی بھی کردی کہ تم ہرگز ایک سورۃ بھی اسکی مثل بنا نہ سکو گے اگرچہ تمام جن و انسان ملکر ایک دوسرے کے مددگار ہو جاویں۔

اس **جواب** کے جواب میں منکرین نبوت خاتم الانبیاء عاجز وساکت ہو گئے کوئی شخص زمانہ حضرت رسالت میں اور اوسکے بعد آجتک ایسا نہ اٹھا جس نے قرآن کی ایک سورہ کا مقابلہ کیا ہو۔ اور اس مقابلہ میں وہ کامیاب ہوا ہو۔ اور آئندہ بھی

قیامت تک ممکن نہیں ہے کہ کوئی اسکے جواب میں کھڑا ہو جائے۔ اور قرآن کی ایک چھوٹی سی سورۃ مثلاً انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ کی مثل بنا سکے۔

اس سے قرآن کا نہ صرف لفظی اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اسکا معنوی اعجاز (ایک پیشگوئی کرنا۔ اور اسمیں سچا نکلنا) بھی ایسا زور سے ثابت ہوتا ہے کہ اسمیں کسی کو چون وچرا کرنے اور دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

صاحبان۔ اس مجلس کے اکثر حاضرین اور سامعین ہندی ہیں جو عربی زبان سے واقف نہیں ہیں۔ لہذا وہ قرآن کی فصاحت وبلاغت کو اپنے ذاتی علم سے نہیں پہچان سکتے۔

قرآن کا اعجاز سمجھنے کے لئے اون کو یہی امر کافی ہے کہ عرب عربانے (جو دنیا بھر میں بولنے والا صرف اپنے آپ کو سمجھتے تھے۔ اور باقی ملکوں کے آدمیوں کو عجم (جس کے معنے گونگے کے ہیں) کے نام سے موسوم کرتے تھے) اس قرآن کی فصاحت وبلاغت کو تسلیم کر لیا۔ اور اوسکا مقابلہ اون سے نہ ہوسکا ہوتا تو باوجود کثرت مخالفین خاتم الانبیاء کے وہ مخفی نہ رہتا۔ خصوصاً اوس حالت میں کہ قرآن نے بطور پیشگوئی یہ دعوے کیا۔ اور اشتہار دیدیا تھا کہ کوئی شخص قرآن کا مقابلہ نہ کر سکے گا اس دعوے واشتہار پر مخالفین ومعاندین ختم الانبیاء کا قومی ومذہبی فرض تھا کہ ضرور مقابلہ کرتے اور قرآن کے دعوے لفظی اعجاز کو بھی توڑتے۔ اور اس کے معنوی اعجاز (پیشگوئی) کو بھی جھوٹا کرتے۔ اگر وہ اپنے اندر اس مقابلہ کی قدرت پاتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو اس سے کس وناکس کو (گو عربی زبان اور اسکی فصاحت وبلاغت سے آشنا نہو۔) یقین ہوسکتا ہے کہ قرآن کی عربی بے مثل ہے۔ اور کوئی بشر ایسی عربی بنانے پر قادر نہیں۔

صاحبان! - ایک شخص کسی گھڑی کا عمدہ ہونا اپنے ذاتی تجربہ سے نہیں جانتا پر وہ لائق واچ میکر (گھڑی ساز) کے کہدینے سے اسکی عمدگی کا یقین کرلیتا ہے ایک ہی ایک شخص سونے یا موتی کی شناخت نہیں رکھتا پر لائق جوہری - یا صراف کے کہدینے سے اسکی کھرائی وستھرائی کا یقین کرلیتا ہے -

ایسا ہی غیر عربی دان عرب کے فعلی شہادت مذکور سے قرآن کی عربی کے بےمثل ہونے کا یقین کرسکتا ہے - اگر اسمیں یقین کا مادہ وانصاف ہو -

بعض بےانصاف اس دلیل پر یہ اعتراض کرتے ہیں - کہ گلستان سعدی بلکہ کریما بھی بےمثل ہے - کسی شخص نے آجتک ایسی کتاب نہیں بنائی - پھر کیا اس سے وہ بھی کلام الٰہی ہوسکتے ہیں - اسکا جواب اونے توجہ دلی سے اونکو مل سکتا ہے کہ گلستان یا کریما کے مقابلہ کے لئے شیخ سعدی نے اشتہار نہ دیا تھا - اور نہ اوسکے متعلق بطور پیشگوئی دعوے کیا تھا - کہ اوسکا کوئی مقابلہ نہ کرسکے گا - وہ ایسا کرتے تو پھر لوگ دیکھ لیتے کہ اس گلستاں اور کریما سے بڑھکر کسقدر گلستان اور کریما تیار ہوئے ہیں -

دوسرا جواب اصل شبہ منکرین نبوت خاتم الانبیاء کا قرآن نے یہ دیا ہے کہ قرآن صرف قصہ وکہانیاں نہیں ہیں کہ ادہر اس لوہار سے سنیں اور ادہر عرب کو سنادیں - بلکہ یہ قرآن پانچ انواع علوم پر مشتمل ہے -

اول علم توحید وصفات باری تعالے دوم علم احکام حلال وحرام - سوم علم وعد ووعید - چہارم علم امثال پنجم علم قصص واخبار - قصے وکہانیاں تو علوم قرآن کا پانچواں حصہ ہے - اسکے علاوہ چار حصے علوم قرآن خصوصاً پہلے تین حصے تو ایسے ہیں کہ وہ اسرار مخفی ہیں جنپر انسان کا اپنی انسانی عقل سے مطلع ہونا ناممکن ہے -

پھر اوس لوہار یا کسی اور کی مدد سے وہ علوم کیونکر بیان ہوسکتی ہیں -

صاحبان! - ان علوم قرآن کی طرف آئت نمبر ۱۹ - میں اشارہ ہوا ہے اور لفظ سائر کے جو اس آئت میں وارد ہے - عام طور پر او رسرسری نظر سے مفسرین نے یہ معنے کئے ہیں - کہ اس سے بعض واقعات مخفی (جیسے ایک شخص کا روزہ کی رات کو اپنی زوجہ سے ہم بستر ہونا -) کے متعلق قرآن کا خبر دینا - اور اوسکا حکم بتانا (کہ مثلاً وہ فعل مباشرت شب صوم فلان شخص سے واقعہ ہوا ہے - اور خدا تعالے نے اوس کو معاف کرکے آئندہ رات کے وقت اس فعل کو مباح کر دیا ہے -) مراد ہیں مگر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے پہلے تینوں علوم سب کے سب اسرار میں سے ہیں - جنپر انسانی عقل خود بخود مطلع نہیں ہو سکتی - چنانچہ بضمن تقریر و توضیح عقلی اس امر کی تفصیل ہوگی - انشاء اللہ تعالےٰ -

صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶ ملاحظہ ہو -

شریعت کے احکام حلال و حرام باوجودیکہ بذات خود اسرار ہین اپنے ضمن اور سنت میں اور اسرار رکھتے ہیں - جنکو خواص ماہران شریعت اپنی خداداد عقل سے اور شریعت کی برکت سے سمجھتے ہیں - انکو اسرار کہنا عوام کی نظر سے ہے جو ان اسرار سے محجوب ہیں -

وہ اسرار الٰہیات اور احکام کی حکمتیں (یا فلاسفی) ہیں - کہ فلان حکم کیوں مشروع ہوا ہے مثلاً بکری کیوں حلال ہے اور خنزیر و کتا کیوں حرام - پانی کیون پاک و حلال ہے - اور شراب کیوں نجس و حرام - بول و براز سے صرف محل بول کو کیوں دہونا فرض ہے - اور خروج منی سے تمام بدن کا غسل کیوں فرض ہے - وضو میں ہاتھ پاؤں منہ کو دہونے کا کیوں حکم ہوا ہے - اور سر کا صرف مسح کرنا کیوں فرض کیا ہے - وعلےٰ ہذا القیاس - میرے پاس اسوقت وقت نہیں ہے کہ میں ان تمثیلات کے اسرار بیان کروں - یا اور تمثیلات کی تفصیل کروں - لہٰذا میں بجائے اس تفصیل کے -

حاضرین وسامعین ودیگر شائقین مباحثہ کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ جب چاہیں مجھ سے احکام شریعت اسلام کے اسرار کی بابت سوال کریں اور جواب لیں دمیرے مکان پر تشریف لاویں خواہ اپنے مکانوں اور مجلسوں یا سماجوں میں مجھے بلاویں۔

میں باوجودیکہ بہت بڑا عالم اسلام نہیں ہوں - بلکہ ایک ناقص علم اور محدود معلومات رکھتا ہوں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں انشاء اللہ تعالے انکے اس قسم کے سوالات کا خدا کے فضل وتوفیق سے جواب دونگا - اور احکام شرع کی حکمت (یا فلسفی) اون کے سامنے بیان کرونگا - اور یہ ثابت کردونگا کہ شریعت کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہے۔

اسرار احکام شریعت محمدیہ کو متقدمین سے امام محدث ابو سلیمان خطابی - اور مجتہد وقت شیخ عزیز الدین ابن عبد السلام - اور صوفی صافی امام غزالی وغیرہ اور متاخرین سے شیخ مشائخنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنے اپنے تصانیف میں بیان کیا ہے - اسباب میں حضرت شاہصاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہے جو مسلمانوں کی خوش قسمتی سے اسوقت اردو میں مترجم ہوگئی اور اسلامیہ پریس لاہور میں طبع ہو رہی ہے - اور مہتمم مطبع سے بقیمت عہ ملسکتی ہے

یہ قرآن کا جواب دوم بھی لاجواب ہے - اور اس سے قرآن کا معنوی اعجاز ثابت ہوتا ہے اور اوسکے مقابلہ وجواب میں کوئی دعوی نہیں کرسکتا - اور نہ اوس کا ثبوت دے سکتا ہے - کہ قران نے جو متعلق توحید وصفات واحکام ووعدہ وعید اسرار ظاہر کئے ہیں - وہ انسانی عقل کی تعلیم سے بیان ہو سکتے ہیں - ان دونوں جواب سے منکرین نبوت خاتم الانبیاء کا شبہہ دور ہوا اور یقیناً ثابت ہوا کہ قران اپنی لفظی اور معنوی

اعجاز سے کلام البشر ہونے سے پاک ہے۔ اور یہ محض القاو الہام الٰہی ہے جو اعلےٰ درجہ کی روحانیت والی نبی پر انعام ہوا ہے۔

یہاں اگر یہہ سوال ہو۔ کہ انسان کے لئے عقل و حواس کے سواء علوم وادراک آلہ الہام ہونے پر کیا دلیل ہے اور عام لوگوں کو اسکے یقین کی کیا سبیل تو اس کا جواب یہہ ہے کہ وہ دلیل جس سے کوئی شخص خواہ کسی ملت و مذہب کا ہو انکار نہ کر سکے۔ رویا صالحہ (سچی خواب) ہیں جو الہام و وحی الٰہی کا جو نبوت کے خواص سے ہی چھیالیسواں حصہ ہے۔

صاحبان! آپ یہ خیال نہ کریں کہ خواب صرف خیالات ہی ہوتے ہیں۔ اُنکا کیا اعتبار۔

حضرات! خواب پانچ قسم ہوتے ہیں۔ قسم اوّل اخلاطی (یا طبعی) خواب ہیں۔ بدن میں جس خلط صفرا یا بلغم کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس خلط کے موافق آگ یا پانی خواب میں نظر آتے ہیں۔

قسم دوم۔ اخلاقی (یا ملکی) خواب ہیں۔ یہ اون لوگونکو نظر آتی ہیں جو اخلاق فاضلہ میں ملکہ راسخہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جذبات طبیعت سے متجرد ہو جاتی ہیں ایسے لوگ اپنے کسی وقت کے بے جا غصہ کو جو بمقتضائے طبیعت اون سے سرزد ہو جاتا ہے۔ شیر یا بھیڑیئے کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ اور اپنے اچھے اخلاق و ایمان کو دودھ شہد وغیرہ سُتھری چیزوں کی صورت میں دیکھتے ہیں۔

قسم سوم۔ خیالی خواب ہیں۔ یہ عام لوگوں کے خواب ہوتے ہیں۔ جن کاموں پر وہ لوگ لگے رہتے ہیں وہ اون کی قوت متخیلہ میں محفوظ و مجتمع رہتے ہیں۔ اور رات کو ان کے دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہیں سے یہ مثل مشہور ہو گئی ہے۔ "بلی کو چھیچھڑوں کے خواب"۔

قسم چہارم ۔ شیطانی خواب ہیں ۔ یہ شیطان کا وسوسہ یا ڈراوا ہوتا ہے جو بُری باتوں کے خیال میں گذرنے اور خوفناک صورتوں کے نظر آنے سے ہوتا ہے جن سے بعض اوقات انسان چلا اوٹھتا ہے ۔

قسم پنجم ۔ رحمانی خواب ہیں ۔ اور خدا کی طرف سے ایک قسم کے الہامات واشارات ہوتے ہیں ۔ مثلاً ایک آیندہ واقعہ کی نسبت ایسا مشاہدہ کرا دیا جسمیں پہلے چاروں قسم کا دخل نہ ہو ۔ (نہ انسان کی اخلاط کا نہ اخلاق کا ۔ نہ خیالات روزمرہ کا ۔ نہ وسوسہ یا ڈراوا شیطان کا ۔) اور پھر ویسا ہی وقوع میں آجانا اسکی مثال بادشاہ مصر کا وہ خواب ہے جسمیں اُسکو سات موٹی تازہ گائے ۔ اور سات دُبلی ۔ اور سات سبز بالیں اور سات خشک نظر آئیں ۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکی یہ تعبیر بتائی کہ سات سال خوب سیرابی اور ارزانی ہوگی پھر سات سال خشک سالی ۔ وگرانی اور پھر ایسا ہی وقوع میں آگیا ۔

اس قسم پنجم سے تمام دنیا میں کوئی فرد بشر خواہ کسی مذہب وملت کا ہو ۔ اپنی تمام عمر میں خالی نہ رہا ہوگا ۔ اوس نے ضرور کبھی نہ کبھی ایسا واقعہ خواب میں دیکھا ہوگا جس میں اخلاط واخلاق وخیالات وغیرہ کا کچھ دخل نہ ہو ۔ اور وہ ایسا وقوع میں آگیا ہو ۔

اس قسم کے خواب عامہ خلائق کو دکھانے سے خدا تعالےٰ نے بندوں پر اپنی حجت قایم کی ہے ۔ اور ان کو یہ بات سوجھا دی ہے کہ ادراک وعلم کا آلہ ووسیلہ صرف عقل وحواس ہی نہیں ہیں ۔ بلکہ یہ ایک غیر اختیاری وسیلہ بھی ہے ۔ جس کی نظیر مگر چھیالیسواں ۴۶ حصے اس سے بڑھی ہوئی انبیا میں پائی جاتی ہے ۔ اور وہ الہام ووحی آلٰہی کہلاتی ہے ۔ جو لوگ باوجود تجربہ ومشاہدہ اس ادنے چھیالیسویں ۴۶ حصے نظیر کے اس اعلےٰ نظیر الہام ووحی انبیاء سے انکار کرینگے ۔ اور اسکو ناممکن

ومحال قرار دینگے وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہونگے۔

مگر اے حضرات حاضرین وسامعین یہ ادنے درجہ کا آلہ و وسیلہ ادراک ایسا وسیع اور مستقل نہیں ہے کہ ہر شخص اسکو اپنی ہدائت وعمل کے لئے مستقل دست آویز بنالے۔ اور اپنی خوابون کے ذریعہ احکام کی تشریع وتجدید کرلے۔

مثلاً کوئی مسلمان اپنی خواب کی دست آویز سے شراب کو حلال بنالے یا نماز کو معاف کرالے۔ وعلے ہذالقیاس۔

بلکہ اس آلہ کے ادنے درجہ والوں کو لازم ہے کہ اس ادنے درجہ کے مشاہدہ سے اس کے وجود کا یقین حاصل کر کے اعلے درجہ والے انبیاء کی پیروی اختیار کریں۔ اور اپنے اس قسم کے خوابوں کو ان کے وحی والہام کے تابع کریں۔ پھر جسکو اس کے موافق پاویں اوسکو الہام رحمانی سمجھیں۔ اور جو مخالف ہو اسکو قسم چہارم وسوسہ شیطان خیال کریں۔

اس اسلے نظیر کی تصدیق وتائید ہماری ذیل کی تقریر توضیح میں بھی پائی جاتی ہے۔ سامعین اسکا انتظار کریں۔

اس تشریح اور تشریح سابق کی عقل اور قانون قدرت سے مزید توضیح

آئت نمبر اول۔ اور اس سے سابق الذکر آیات نمبر ۳ و ۴ و ۵ میں جو انسان کی قوائے عقلیہ وصفات روحانیہ میں اور حیوانات پر مزیّت وفوقیت بیان ہوئی ہی اور ان قوائے وصفات کی وجہ اور تقاضا سے انسان کا لائق تحمل اثقال امانت و بجا آوری احکام ہونا۔ اور اس امانت برداری اور ذمہ واری میں انبیاء علیہم السلام

کا سب انسانوں سے فائق و لائق تر ہونا بیان ہوا ہے۔ اسکی کافی تشریح ہم اُن آیات کی ذیل میں کرچکے ہیں۔

اب ہم اس تشریح کی مزید توضیح عقل اور قانون قدرت سے کرتے ہیں۔ اور اسکی تائید میں عقلاء اور حکماء کے اقوال نقل کرکے ضرورت نبوت کو ثابت کرتے ہیں جو روحانیت انسانی کا اعلےٰ اور آخری درجہ ہے۔

حضرات! ہم کتاب قانون قدرت کے صفحات پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور انسان کی فطرت دیا یوں کہو کہ نیچر* میں بمقابلہ نباتات و حیوانات نظر کرتے ہیں تو انسان کی فطرت بہت صراحت کے ساتھ شہادت دیتی ہے کہ انسان اس امانت برداری اور ذمہ واری کے لائق ہے۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام ان سب میں بڑھ کر ہیں۔ اور اسیوجہ سے وہ نبوت سے مخصوص و ممتاز ہوئے ہیں۔

نباتات اشجار وغیرہ کو حکیم علے الاطلاق نے حیوانی افعال و ارادات عطاء نہیں فرمائے تو اُنکے وجود اور بقاء شخص و نوع کیلئے ایسے اسباب پیدا کردیئے ہیں جنمیں اُنکے ارادی افعال کا دخل نہیں ہے۔ کوئی تخم ریزی کرے۔ کوئی درخت یا پودا لگا دے۔

مکھیاں یا ہوا نر کا پھل مادہ تک پہنچا دیں۔ اور ان پھلوں کے جفت ہونیسے اور پھل نکلے جس کیطرف آیت منقولہ حاشیہ میں اشارہ ہے۔ انکی غذا مٹی اور پانی کو جڑوں اور ریشوں کے ذریعہ

ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (الذاریت ع ۳)[1]

*نیچر سے مراد یہاں وہ نیچر محسوس ہے جو مشاہدہ میں آتا ہے۔ نہ نیچر معقول جو موجودہ حالات موجودات پر قیاس کرکے خداتعالے کی قدرت کا قانون قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو مضمون "النیچر" اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۴ میں۔

[1] یعنے ہر چیز سے (جسمیں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے) دو جوڑے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

نیچے سے سر تک پہچے تو اون کو وجود حاصل ہوا۔ انکی شخص اور نوع کا قیام ہے۔
حیوانات چرندوں و پرندوں میں افعال و حرکات ارادی خداتعالےٰ نے ودلیعت رکھے ہیں۔ تو ان کو حفظ شخص کے لئے یہ الہام طبعی ہوتا ہے کہ چل پھر کر اپنی غذا۔ اور دیگر ضروریات زندگی تلاش کریں۔ وہ اس طبعی الہام الٰہی پر عمل کر رہے ہیں

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (ہود۔ ع ۱-)[1]

ومامن دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم (سورہ انعام ع۔۴۔)[2]

وکاین من دابۃ لاتحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم (عنکبوت ع-۶)[3]

ثم کلی من کل الثمرت فاسلکی سبل ربک ذللا۔ (النحل۔ ع-۹۔)[4]

اور چل پھر کر اپنا رزق اور ضروریات زندگی تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیات منقولہ حاشیہ میں ذکر ہے۔ گرمی کے بچاؤ کے لئے وہ درخت کا سایہ یا دیوار کی اوٹ تلاش کرتے ہیں۔ اور سردی کے بچاؤ کے لئے علاوہ کسی اوٹ یا جگہ کے ان کے بدن کے بال اور پشم اونکو لباس کا کام دے رہی ہیں۔ جسمیں انسان بھی اون کے شریک و فیضیاب ہیں چنانچہ

[1] کوئی زمین پر چلنے والا جاندار نہیں جس کی روزی خدا تعالےٰ پر نہ ہو۔ (جنکو وہ چلکر لیتا ہے۔)

[2] کوئی زمین پر چلنے والا جاندار نہیں۔ اور نہ پروں سے اوڑنے والا جانور۔ مگر تمہارے جیسی جماعتیں ہیں۔ (جو چل پھر کر روزی کھاتی ہیں۔)

[3] بتیرے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے اون کو اور تمکو خدا روزی دیتا ہے (جب تم اور وہ روزی کو نکلتے ہو۔)

[4] خدا نے شہد کی مکھی کو طبعی الہام کیا کہ پھر خدا کے (دیئے ہوئے ہر قسم کے) پھل کھا۔ اور خدا کے (بتائے) راہوں چل۔ جو تیرے قابو میں ہونگے۔ یعنے تو ان میں بھول نہ جائیگی۔

والانعام خلقہا لکم فیہا دفء و منافع ومنہا تاکلون (النحل - ع ۱-)[1]

واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا و جعل لکم من جلود الانعام بیوتا تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم اقامتکم ومن اصوافہا واوبارہا واشعارہا اثاثا ومتاعا الی حین (النحل - ع ۱۱-)[2]

ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم - ع ۳-)[3]

آیت منقولہ حاشیہ میں انسان پر احسان جتایا ہے اور بقاء نوع کے لئے اونکو یہ طبعی الہام ہوتا ہے کہ رغبت وارادہ سے زن اوہ کیطرف متوجہ اوراس سے جفت ہو اور اوس میں وہ افعال انسانون کی طبعًا پیروی کریں - اسوجہ سے جو احسان آیت منقولہ حاشیہ میں انسانوں کو جتایا گیا ہے اُسکا حصہ حیوانوں کو بھی پہنچتا ہے اوراس خطاب انسانوںمیں وہ بھی تبعًا شامل ہیں - پھر ازانجملہ جنکے بچے پیدا ہوتے ہی چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں اون کو بچوں کے لئے جگہ تلاش ومخصوص کرنے کا حکم نہیں ہوتا - اور جنکے بچے ایک مدت کے بعد اپنا آپ سنبھال سکیں اونکو یہ طبعی الہام ہوتا ہے کہ وہ درختوں یا دیواروں یا زمین میں گھونسلی یا چھتے یا بِل بناویں جسکا

[1] اور تمہارے لئے خدانے چوپایہ جانور بنائے ان (کی بالوں اور کھالوں) میں تمہارے لئے گرمائی ہے - اور کئی اور نفع اور کچھ کھاتے ہو -

[2] خدانے تمہارے لئے تمہارے گھر سکونت کی جگہ بنائی - اور چوپایہ جانوروں کے چمڑوں کے خیمہ بنادیئے جسکو ہلکے جانکر اُٹھاتے ہو سفر کے دن اور قیام میں اور اون جانوروں کی اُون روؤں اور بالوں سے ایک وقت تک تمہارے لئے سامان بنایا اور نفع پہنچایا -

[3] خدا کی (قدرت کی) نشانیوں سے ہے - کہ تمہارے لئے تمہارے ہم جنس جوڑے بنادیئے - کہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر چین پاؤ - اور تم میں باہم الفت و رحمت رکھدی -

ذکر بطور تمثیل آیت منقولہ حاشیہ میں ہے۔
شیر دار حیوانوں کو یہ طبعی الہام ہوتا ہے، کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔ اور اُنکے علاوہ انسانوں کو دجو اون کو گھاس دانہ دیتے ہیں) بھی دودھ دیں جسکا انسان پر احسان جتانے کو آئت منقولہ حاشیہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور جو جانور دودھ نہیں رکھتے اونکو یہ الہام ہوتا ہے کہ وہ اپنے موںھ میں دانہ رکھ کر اوسکو نیم ہضم کرکے بچوں کے مُنہ میں رکھدیں۔

واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون (النحل۔ع ۹۔)
وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین (النحل۔ع۔۹۔)

حیوانات میں ان افعال کے علاوہ ادراکات کلیہ وضوابط عقلیہ کا مادہ نہیں رکھا گیا۔ تو اونکو حفظ شخص اور بقائے نوع کیلئے بجز ان طبعی امور کے کسی عقلی امر اور کلّی ضابطہ کا الہام نہیں ہوا۔

اب ہم حضرت انسان کی فطرت یا نیچر میں نظر کرتے ہیں تو اوسکو نباتات و حیوانات کی صفات مذکورہ و دیگر صفات کا جامع۔ اور مجموعہ پاتے ہیں۔ اور کئی صفات ہم آپمیں ایسی پاتے ہیں جنکا نباتات اور حیوانات میں مشاہدہ نہیں کرتے۔
اسکی مجموعہ صفات میں نظر کرکے ہم یہ سوچتے ہیں کہ منجملہ ان مجموعہ صفات کے

لہ خدا نے شہد کی مکھی کو طبعی الہام کیا۔ کہ پہاڑوں میں اور درختوں پر۔ اور لوگوں کے چھتوں میں چھتے بنا دے۔

لہ تمہارے لئے چوپایہ جانوروں میں عبرت ہے۔ اون کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے بیچ میں سے ہم خالص و خوشگوار دودھ نکال کر تمکو پلاتے ہیں۔

جو انسان میں پائے جاتے ہیں کونسے صفات ہیں جو انسانیّت کا مناظر و مدار ہیں اور اون کے سبب سے انسان انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صفت اسکا طول قامت وعظم جسامت وضخامت ہے تو ہم کو خیال آتاہے۔ کہ یہ صفات تو انسان کی نسبت درختوں اور پہاڑوں میں بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ اگر یہ مدار و مناط انسانیت ہیں۔ تو پہاڑ اور درخت بطریق اولے مستحق طلاق لفظ انسان ہیں۔

اور اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صفات انسان کی خوبصورتی اور اوسکے خط وخال کی خوشرنگی ہے تو ہمکو یہ خیال آتا ہے۔ کہ یہ صفات تو انسان کی نسبت پھولوں اور پتیوں میں بڑھ کر موجود ہیں۔ پس چاہیئے کہ انسان ان چیزوں کو بدرجہ اولے گنا جائے۔

اور اگر یہ سوچتے ہیں کہ وہ صفات انسان کا کھانا پینا غضب وشہوت وغیرہ ہیں۔ تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ صفتیں انسان سے بمراتب زائد ہاتھی۔ گھوڑے۔ گدہے۔ شیر۔ بھیڑیئے۔ خنزیر۔ بندر۔ میں پائی جاتی ہیں۔ پس اگر انسانیت کثرت شہوت سے عبارت ہے۔ تو بندر انسان کامل ہے۔ جو اس صفت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اسکے بعد خنزیر وغیرہ سانڈ جانور۔ اور اگر پھاڑ کھانا یا مارڈالنا انسانیت کے کام ہیں تو شیر۔ بھیڑیا۔ انسان کھلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اگر بہت کھانا انسانیت ہے۔ تو ہاتھی سب سے زیادہ اس نام کا استحقاق رکھتا ہے۔

اور اگر ہم خیال کرتے ہیں کہ ابنائے جنس و ازواج و اولاد سے الفت محبت کرنا انسانیّت ہے تو ہم کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عام حیوانات اور ان میں سے درندے بھی اپنے ہمجنس اور جورون اور بچوں سے الفت رکھتے اور پیار کرتے ہیں۔ گدہا۔ گدہے کو خرخاری کرتا ہے۔ کتا کتیا کو۔ گائے اپنے بچے کو چومتی چاٹتے

ہیں۔ شیر مادہ اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے۔ یہ اوصاف انسانیت ہے۔ تو یہ حیوانات انسان کہلانے کے مستحق بنتے ہیں۔ حالانکہ ان سب حیوانات کو با وجود کمالیت صفات مذکورہ کے کوئی انسان نہیں سمجھتا۔

ان سب صفات سے برتر بعض صفات ہم انسان میں ایسے بھی پاتے ہیں جو بادی الراے میں حیوانات وجمادات میں پائی نہیں جاتی۔ جیسے عجیب عجیب صنعتیں بنانا۔ بہادری دکھانا وغیرہ وغیرہ

عامہ خلائق جنکو صرف بادی الرآے پر نظر ہوتی ہے۔ اور اونکا حال آیت

یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا وهم عن الاخرة هم غفلون[1] (الروم۔ ع۔ ۱۔)

فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوة الدنیا۔ ذلك مبلغهم من العلم ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بمن اهتدی[2] (النجم۔ ع۔ ۲۔)

منقولہ حاشیہ میں بیان ہوا۔ ان ہی صفات کو مناط انسانیت سمجھتے ہیں اسیواسطے جمہور خلائق ان ہی صفات کی تحصیل ومحافظت میں شب وروز سرگرم ہیں۔ اور جنہیں یہ صفات ہیں وہ انسان کامل خیال کئے جاتے ہیں مگر تعمق وغور نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات بھی مدار ومناط انسانیت نہیں ہیں کیونکہ ان صفات کا اثر وصل اصول اور حیوانات میں بھی پایا جاتا ہے

[1] وہ لوگ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔

[2] اوس شخص سے تو منہ پھیرے جو ہماری یاد (یا نصیحت) سے منہ موڑتا ہے۔ اور وہ بجز زندگی دنیا کچھ نہیں چاہتا۔ اون کے علم کی حد یہی دنیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کون اوس کی راہ سے بہکا۔ اور کون ہدایت پانے والوں میں سے ہے۔

مثلاً بہادری کا اصل اصول غصہ کرنا۔ اور انتقام کا طالب ہونا۔ اور سختی و ہلاکت کی جگہ ثابت قدم رہنا ہے۔ سو بہتیرے حیوانات شیر وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

عجائب صنعتیں بھی بعض حیوانات سے سرزد ہوتی ہیں دیکھو بیا کیسا گھر بناتا ہے جو انسان سے بجز تکلف بن نہیں سکتا۔ شہد کی مکھی بلا پرکار و صناعی آلات کے ایسا مسدس چھتا بناتی ہے۔ جو انسان سے بدون آلات تیار ہونا مشکل ہے۔ اسکے نظائر اور بہت ہیں جنکا ذکر ہمارے اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۲ میں ہے مگر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدار و مناط۔ انسانیت انسان کی اور ہی صفات ہیں جن سب کا مآل و مرجع اوسکی دو صفتیں ہیں ایک قوت عقلیہ جو ادراک کلیات سے عبارت ہے۔ اور اسی کی نظر سے انسان کو ناطق یعنے مدرک کلیات کہا جاتا ہے اس قوت عقلیہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک وہ جسکو نظام بشری اور اسباب دنیاوی سے تعلق ہے۔ اور ان ہی کے متعلق اس نظام بشری و دنیاوی سے قواعد و ضوابط استنباط کرنا اسکا کام ہے۔ اس شاخ کی نظر سے انسان کے لئے تمدن۔ اور قانون تمدن کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

دوسری شاخ وہ جسکو غیب الغیب سے تعلق ہے۔ اور مور د علوم ضوابط وہبی ہونا اسکا فعل و اثر ہے۔ اس شاخ کی نظر سے انسان کیلیئے نبوت اور وجود انبیاء کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

دوسری قوت عملیہ ہے اسکی بھی دو شاخیں ہیں۔ ایک اعمال کو بطریقہ ارادہ و اختیار وجود میں لانا جس سے عمل انسان کو بہائم و حیوانات کے افعال سے تمیز ہوتی ہے۔ یہ شاخ قوت عملیہ ہر ایک انسان میں موجود و متحقق ہوتی ہے۔ ہرچند حیوانات و بہائم بھی عمدہ عمدہ افعال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مگر وہ جو کچھ کرتے ہیں طبعاً و اضطرار کرتے ہیں۔ ارادتاً و اختیاراً نہیں کرتے۔ اسپر یقینی

دلیل ہے۔ کہ انسان جو فعل کرتا ہے اسکا اثر و رنگ اسکے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ بخلاف حیوانات و بہائم کے کہ وہاں اثر و رنگ پیدا نہیں ہوتا۔

انسان جس کام کو اچھا سمجھ کر کرتا ہے۔ اس سے اس کے دل پر فرحت و نورانیت و سرور پیدا ہوتا ہے۔ اور جس کام کو وہ بُرا سمجھ کر عمل میں لاتا ہے اس سے اوسکے دل پر ظلمت و کدورت پیدا ہوتی ہے۔ (چنانچہ سزا و جزا کے اقسام ثلثہ جو صفحہ (۲۶) میں بیان ہوئی اُسکی موئید ہیں۔) اور یہ امر حیوانات و بہائم سے مشاہدہ میں نہیں آتا۔ انسے جو ہوتا ہے طبعاً ہوتا ہے۔ نہ اونکو اپنے اچھے کام کی بہتری کا علم و خیال ہوتا ہے۔ نہ اُسکا اثر انکے دل پر نور و سرور ظاہر ہوتا ہے۔ اور نہ برے کام کی بُرائی کا انکو علم ہوتا ہے۔ اور نہ اس برائی کا اثر ظلمت و کدورت اُنکے دل پر ظاہر ہوتی ہے

دوسری شاخ قوت عملیہ کے روحانی حالات و عالی مقامات ہیں جیسی اپنے خالق سے انس و محبت رکھنا اسپر بھروسہ کرنا۔ وعلے ہذا القیاس (یہ شاخ قوت عملیہ کامل طور پر ان افراد نوع انسان میں پائی جاتی ہے جو روحانیت میں کامل اور وہ صاحب وحی یا الہام کہلاتے ہیں)

ان دونو صفتوں اور اوسکی شاخوں کا صرف انسان میں (نہ اسکے ہم جنس حیوانات میں) پایا جانا مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہے۔ اس لئے انکا اثبات و بیان دلائل سے انسانوں کے لئے چنداں ضروری نہ تھا۔ مگر چونکہ اکثر انسان بہیمی حجابوں میں مستور ہوکر اپنی انسانیت سے غافل ہیں۔ جن کا حال آیت منقولہ حاشیہ میں بیان ہوا ہے لہذا ان صفتوں اور اون کے شاخوں کے وجود پر اُن لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ قوت عقلیہ و عملیہ کی

ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل (اعراف ع ۲۲)[^۵] یتمتعون ویاکلون کما تاکل الانعام (محمد ع ۲)[^۶]

[^۵]: وہ نہیں ہیں مگر جیسے چوپایہ جانور۔ بلکہ اُنسے بھی بڑھ کر گمراہ۔
[^۶]: دنیاوی چیزوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور ایسا کھاتے ہیں جیسے جانور۔ یعنے جس سے آخرت میں کچھ نتیجہ ظاہر نہو۔

پہلی دو شاخوں کے وجود پر انسان کا طریق تمدن وطرز معاشرت گواہ ہے۔ ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگرچہ انسان کھانے پینے مباشرت کرنے۔ سردی کے وقت دہوپ میں بیٹھنے۔ آگ تاپنے۔ اور گرمی کے وقت سایہ میں بیٹھنے وغیرہ طبعی کاموں میں اور حیوانات سے مشارکت رکھتا ہے۔ مگر وہ ان سبھی کاموں میں اور حیوانات سے تین امور میں امتیاز رکھتا ہے۔

اوّل یہ کہ ان کاموں کے لئے اسکے دل میں باعث ومحرک ایک کلی رائے پیدا ہوتی ہے۔ جو ان کاموں کا نشیب وفراز و انجام و آغاز اسکو بتا دیتی ہے (اس طرح کی کلی رائے حیوانات کے افعال طبعی میں نہیں پائے جاتے۔ انکو صرف طبعی خدمات باعث ہوتے ہیں۔

امر دوم یہ کہ وہ اپنے کام میں شائستگی مدنظر رکھتا ہے۔ (لباس مکان اچھا چاہتا ہے۔ عورت اچھی تلاش کرتا ہے۔ وعلے ہذا القیاس۔) یہ امر بھی حیوانات میں پایا نہیں جاتا۔ انکو صرف دفع ضرورت وقضائے حاجت طبعاً مطلوب ہوتی ہے۔

امر سوم۔ کہ وہ ضوابط وقواعد حسن معاشرت کو دوسرے بنی نوع سے اخذ کرتا ہے اور نوع انسان میں افادہ واستفادہ وتعلیم وتعلم جاری ہے ایسی ہی اوسکی قوت عقلی وعملی کی دوسری دو شاخیں بھی مشاہدہ حال انسان سے ثابت ہیں۔ ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعضے انسان ایسے علوم وقوانین بیان کرتے ہیں جنکو ظاہری نظام دنیاوی سے اخذ کیا نہیں جاسکتا۔ خواہ کیسی ہی قوت فکری صرف کریں ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ بعضے لوگ اپنے خالق سے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ جورو بیٹے روپے پیسے سے نہیں رکھتے۔ اور خدا پر ایسا بھروسہ رکھتے کہ اپنے ہاتھ کے زور اور بازو کی قوت اور دوست وآشنا پر نہیں رکھتے (انہی دو شاخوں

کے موصوف و محل انبیاء علیہم السلام ہیں - جنکے وجود کی ضرورت ثابت کرنے کے ہم درپے ہین -) انسان کی قوت عقلیہ و عملیہ کی پہلی دو شاخیں اوسکو مدنی الطبع (اپنے ابنائے جنس سے مل جل کر کسی شہر یا گاؤں میں رہنے کا محتاج ہونا-) ثابت کرتے ہیں -

اور یہ مدنی الطبع ہونا اوسکو کسی قانون تمدن کا محتاج بناتا ہے - اور قانون کے لئے قانون بنانے والے کی ضرورت ہے - اس سے حکماء و فلاسفہ یونان نے نبی اور نبوّت کی ضرورت کو ثابت کیا ہے - وہ کہتے ہیں کہ وہ قانون بنانے والا نبی ہوتا ہے - اور قانون اسکی وہ شریعت یا دین ہے جپر وہ لوگوں کو چلنے کی ہدائت کرتا ہے -

شیخ الرئیس بوعلی بن سینا نے کتاب شفا میں کہا ہے - یہ بات سب کو معلوم ہے - کہ انسان اور حیوانات سے اس امر میں ممتاز ہے - کہ وہ مدنی الطبع ہی اکیلا رہکر اچھی طرح اور شائستگی سے اپنی زندگی بسر نہیں کرسکتا - اور بلامشارکت و معاونت دوسروں کے اپنی ضروریات زندگی کو پورا نہیں کرسکتا - بلکہ ضروری ہے کہ اس کے نوع کی دوسری افراد اوسکی ضرورتوں میں اوسکو مدد دین یہ اوسکو روٹی پکادے - وہ اوسکو کپڑے سی دے - وہ سوئی بنادے وعلے ہذا القیاس وہ سب اکٹھے ہوں تو انکے کام پورے ہوسکتے ہیں - اور

ونقول الآن انہ من المعلوم ان الانسان یفارق سائر الحیوانات بانہ لا یحسن معیشتہ لو انفرد وحدہ شخصًا واحدًا یتولی تدبیر امرہ من غیر شریک یعاونہ علی ضروریات حاجاتہ وانہ لا بد من ان یکون الانسان مکفیًا باخر من نوعہ یکون ذلک الآخر ایضًا مکفیًا بہ وبنظیرہ فیکون ھذا مثلا ینقل الی ذلک و ذلک یخبز لھذا وھذا یخیط للآخر

واللآخر يتخذ الابرة لهذا حتى اذا اجتمعوا
كان امرهم مكفيا- ولهذا اما اضطروا
الى عقد المدن والاجتماعات فمن
كان منهم غير محتاط فى عقد مدنيه
على شرائط المدينة وقد وقع منه
ومن شركائه الاقتصار على الاجتماع
فقط فانه ينجبل على جنس بعيد
الشبه من الناس عادما لكمالات
الناس ومع ذلك فلابد لامثاله
من اجتماع ومن تشبه بالمدنيين
فاذا كان هذا ظاهرا فلابد فى
وجود الانسان وبقائه من مشاركة
ولاتتم المشاركة الا بمعاملة كما لابد
فى ذلك من سائر الاسباب التى
تكون له ولابد فى المعاملة من سنة
وعدل ولابد للسنة والعدل من
سان ومعدل ولابد من ان يكون
هذا بحيث يجوز ان يخاطب الناس
ويلزمهم السنة ولابد من ان يكون
هذا انسانا ولا يجوز ان يترك الناس
وآراءهم فى ذلك فيختلفون ويرى

اس وجہ سے وہ ایک شہر یا گاؤں
بنانے کے محتاج ہوتے ہیں- پھر جو
شخص از انجملہ اس تمدن کی شرائط میں
احتیاط نہیں کرتا- بلکہ صرف ایک جگہ
اپنی شرکاء سے ملکر رہنے پر اکتفاء کرتا ہی
جیسے پہاڑی لوگ یا جھونپڑیاں والے
خانہ بدوش- اس میں کامل انسانوں
کے کمالات مفقود ہوتے ہیں- ومعہذا
اوسکو بھی کچھ نہ کچھ شہر والوں کی مشابہت
اختیار کرنی پڑتی ہے- پھر جب اون کو
باہم شریک ہو کر ایک شہر میں رہنا پڑا
تو اس شراکت کے سبب ان میں باہم
معاملات وتبادلات کا وقوع لازمی
ٹھرا- ان معاملات کے لئے قانون
عدالت کی ضرورت ہوئی- اور اس
قانون کے لئے مقنن عادل انسان
کی حاجت پڑی اور وہ ایسا ہونا چاہئے
جو لوگوں سے ہم کلام اور مخاطب ہو سکے
اور انکو قانون عدل پر عمل کرنا لازم
کردے- اور لوگوں کو اپنے مختلف
رائوں پر عمل کرنیکا مختار نہ رہنے دے

كل واحد منهم ما له عدلا وما عليه ظلماً
فان الحاجة الى هذا الانسان فى ان
يبقى نوع الناس ويتحصل وجوده
اشد من الحاجة الى نبات الشعر
على الاشفار وعلى الحاجبين و
تقعر الاخمصين من القدمين و
اشياء اخرى من المنافع التى لا ضرورة
فيها فى لتقابل اكثر ما لها انما تنفع
فى بقاء وجود الانسان الصالح لان
يسن ويعدل ممكن كما سلف منا
ذكره ولا يجوز ان يكون العناية الاولى
تقتضى تلك المنافع ولا تقتضى هذه
التى هى اشها ولا ان يكون المبدأ الاول
والملائكة بعده تعلم ذلك ولا تعلم
هذا ولا ان يكون ما تعلمه فى نظام
الامر الممكن وجوده الضرورى حصوله
لتمهيد نظام الخير لا يوجد بل كيف
يجوز ان لا يوجد ماهو متعلق بوجوده
مبنى على وجوده موجود فواجب
اذن ان يوجد نبى وواجب ان يكون
انسانا وواجب ان يكون له خصوصية

کہ جس امر کو وہ چاہیں عدل سمجھیں اور
جس کو چاہیں ظلم۔ ایسے شخص کی حاجت
وجود اور بقائے نوع انسان کے لئے
ایسی ہے۔ کہ وہ آنکھ کی حفاظت کیلئے
پلکوں کی اور ابروؤں کی اور چلنے کے لئے
پاؤں کے تلووں میں گہری جگہ کی ضرورت
سے زیادہ ہے۔ ان چیزوں کے منافع
وجود اور بقائے نوع انسان کے لئے
ایسے شخص کے وجود سے زیادہ نہیں
اور یہ جائز نہیں۔ کہ عنایت ازلی ان
منافع کو جو پلکوں وغیرہ اعضاء میں
پائے جاتے ہیں ملحوظ فرمائے۔ اور
ان منافع کو جو ایسے مقنن کے وجود
سے متصور ہیں۔ اور وہ بہت مطلوب
ومرغوب ہیں۔ اور نظام خیر عالم کے لئے
ان کی سخت ضرورت ہے۔ نظر انداز
کردے اس سے ثابت ہوا کہ نبی کا ہونا
جو مقنن قانون عدل ہوتا ہے ضروری
ہے۔ اور یہ کہ وہ انسان ہو۔ (یعنے نہ
کوئی فرشتہ نہ خود خدا تعالےٰ جو بلا واسطہ
غیر ہر ایک کو اپنا مخاطب بنا وے۔)

لیست لسائر الناس حتی یستشعر الناس مرّاً لا یوجد لهم فیتمیز به عنهم فیکون به المعجزات التی اخبرنا بها۔ فهذا الانسان اذا وجد یجب ان یسنّ للناس فی امورهم سنناً باذن الله تعالیٰ وامره ووحیه وانزال الروح المقدس علیه انتهی مختصراً۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس مقنن (یا نبی) میں ایسی خصوصیت پائی جاتی ہو جو دوسرے میں پائی نہ جاوے۔ جسکی وجہ سے لوگ اسکو پہچان لیں۔ اور دوسروں سے ممتاز سمجھیں یہ خصوصیت معجزات ہیں جنکی ہم خبر دے چکے ہیں ایسا شخص پیدا ہوگا تو وہ لوگوں کو خدا کے حکم۔ اور وحی سے اور روح القدس کے اُسپر نازل ہونے سے احکام۔ اور طریق تمدن کی ہدایت کریگا۔

اس خصوصیت اور معجزات کی تفصیل میں شرح مقاصد میں فلاسفہ سے نقل کیا ہے کہ نبی میں تین خاصیتیں جمع ہوتی ہیں۔

قالوا وهذا الانسان هو الذی یجتمع فیه خواص ثلاث هی الاطلاع علی المغیبات وظهور خوارق العادات ومشاهدة الملک مع سماع کلامه۔ معنی ذلک علی ما شرح فی الشفاء وغیره ان یکون کاملاً فی قوته النفسانیة اعنی الانسانیة والحیوانیة المدرکة والمحرکة بمعنی ان نفسه القدسیة لصفاء جوهرها وشدة اتصالها بالمبادی العالیة المنتقشة لصور

(۱) غائب چیزوں پر جہانتک حواس نہ پہنچ سکیں اطلاع پانا۔

(۲) اُنسے عادت کے برخلاف اُمور کا ظہور میں آنا۔

(۳) فرشتے کو دیکھنا۔ اس کی شرح شیخ الرئیس نے شفا میں یوں کی ہے کہ وہ انسان (یعنے نبی) اپنی قوت نفسانی انسانی اور حیوانی میں کامل ہوتا ہے۔ اوسکی قوت مدرکہ بھی کامل ہوتی ہے۔ قوت محرکہ جس سے دوسری

الکائنات ماضیها وحاضرها
وآتیها وقلة التفاتها الی الخسة
السافلة تکون بحیث یحصل لها
جمیع ما یمکن للنوع دفعة واحدة
او قریبا من دفعة ولا یحل هناك
ولا احتجاب وانما المانع هو
انجذاب القوابل الی عالم
الطبیعة وانغماسها فی الشواغل
عن عالم العقل۔ وان قوتہ المتخیلة
تکون بحیث یتمثل لها العقول
المجردة صورا واشباحا یخاطبونه
ویسمعونه کلاما منظوما محفوظا
وان قوتہ المتحرکة تکون بحیث
یطیع لها هیولی العناصر تتصرف
فیها تصرفها فی بدنها فیعقوت
بالخصائص هذه القوی بمشاهدة
الملك هذا المعنے الی ان نذکر
انفجار الماء من الاصابع والا
حجار۔ (شرح مقاصد ص۱۷۱)

چیزوں میں اثر پیدا ہو بھی کامل۔ اسکی
قوت مدرکہ کا کمال یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ
اپنے جوہر (یعنے ذات) کی صفائی سے
فرشتوں سے اتصال پیدا کرتا ہے جن کے
مدرکہ میں واقعات گذشتہ و موجودہ
و آئندہ کی صورتیں منقش ہوتی ہیں
اور وہ امور سفلی بدنی وغیرہ کیطرف
توجہ کم رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اسکو
وہ امور غیب جو نوع انسان کے لئے
معلوم ہونے ممکن ہیں دفعتاً یا اوسکے
قریب قریب معلوم ہو جاتے ہیں وہاں
کوئی حائل و حجاب نہیں ہوتا۔ حجاب امور
سفلی کیطرف توجہ ہے۔ سو وہ انہیں
پایا نہیں جاتا۔ اور اوسکی قوت خیالی
ایسی ہوجاتی ہے کہ اسمیں فرشتوں
کی صورتیں متشکل ہو کر دکھائی دیتی
ہیں۔ اور وہ اُنسے ہمکلام ہوتے ہیں
اور اونکی قوت محرکہ عناصر اربعہ کے
مادے میں ایسا تصرف کرتی ہے۔
جیسا اپنے بدن میں وہ ہوا کو پانی بنا دیتی ہیں۔ اُنکی انگلیوں اور پتھروں سے
پانی جاری ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکے نفس قدسی کو اپنے بدن سے صرف تدبیر کا

تعلق ہوتا ہے۔ نہ حلول یا انطباع کا۔ لہذا جائز ہے کہ وہ اور اجسام عناصر میں بھی تصرف کر سکیں۔"

ہر چند شیخ الرئیس مدعی اسلام ہے۔ اور مسلمانوں میں معدود۔ اور صاحب شرح مقاصد (علامہ تفتازانی) تو مسلمانوں کے ایک مقتدا ہیں۔ مگر جو کچھ اُنہوں نے نبوت اور معجزہ کے متعلق کہا ہے وہ فلاسفہ کے اصول کے مطابق کہا ہے۔ نہ برطبق اصول اسلام۔ اسلام میں جس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نبی اور نبوت کو تسلیم کیا گیا ہے وہ اس ضرورت سے بڑھ کر ہے جسکی نظر سے فلاسفہ نے نبی اور نبوت کو مانا ہے۔ فلاسفہ کی صرف تمدن پر نظر ہے۔ اور اسلام کو روحانیت کا زیادہ لحاظ ہے۔

اور نیز فلاسفہ نے معجزات انبیاء کو اس حد تک تسلیم کیا ہے۔ کہ علم طبعی یا سائنس اور نیچر بھی اسکا مؤید و مصدق ہو۔ جیسے ہوا کا پانی بن جانا۔ یا پانی کا ہوا ہو جانا وعلےٰ ہذا القیاس۔ اسلام اور دیگر آسمانی مذاہب معجزہ کو ایسا وسیع مانتے ہیں کہ وہ اوسکو علم طبعی اور سائنس کے تابع نہیں کرتے۔ بلکہ متبوع کہتے ہیں۔ اور اسکے سوپرنیچرل (مافوق قانون قدرت) ہونے کا یقین رکھتے۔ انکے نزدیک نبی کی دعا یا توجہ سے باذن و حکم الٰہی لکڑی کا سانپ بن جانا۔ اور آگ کا پانی کے افعال دکھانا ممکن ہے۔ وعلےٰ ہذا القیاس۔

فلاسفہ نے جو ضروریات تمدن کے لئے نبی کی ضرورت ثابت کی ہے۔ اُسپر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ یہ کام جو ضرورت تمدن سے تعلق رکھتا ہے۔ (قانون تمدن بنانا) تو ہر ایک عقلمند کر سکتا ہے۔ بلکہ جہان کے عقلاء قانون تمدن بناتے چلے آئے ہیں۔ سلطنتوں کے ارکان اور پارلیمنٹ اور کونسل واضع آئین قوانین کے ممبر یہی کام کرتے ہیں۔ پس اگر اس کام کے کرنے والے نبی ہیں تو وہ سب کے سب

بنی ہوئے ہو اس سے انبیا کی ضرورت کی جو ہمارے آسمانی قانون ہے ثابت ہوتی ہے اور نہ اسکی نفی ثابت ہوتی ہے نہ اثبات اور یہ دلیل عکس مدعا کا نتیجہ دیتی ہی۔

اس سوال کے جواب کے لئے فلاسفہ کے اصول پر شیخ الرئیس سے معجزہ تجویز کیا ہے اور اس سے انبیاء کو عام عقلاء سے ممتاز ٹھہرایا ہے۔ اور اپنی تقریر منقولہ بالا میں اسکا یہ جواب دیا ہے۔ کہ کسی شخص یا جماعت عقلاء کا صرف اپنے عقل سے ایک قانون تمدن بنا دینا تمام دنیا کے عقلاء پر مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ قانون بنانے والے کو ان سب پر امتیاز اور خصوصیت نہ ہو جس سے وہ ان سب کی نظروں میں ان کی ذاتوں سے عزیز تر اور صاحب قدر نہو۔ اور دلی محبت سے نہ جبر حکومت و زور عقل سے واجب الاتباع سمجھا جائے۔ ایسا شخص صرف نبی ہوتا ہی نہ کوئی اور عقلمند یا حکیم یا بادشاہ یا اوسکی سلطنت یا کونسل ممبر۔

عقلمند کی عقلی بات دوسرا عقلمند اسوقت تک مانتا ہے کہ اوسکی بات کی خوبی اپنے عقل سے بخوبی سمجھ لے اور وہ خود اپنی عقل سے اس سے بہتر یا ویسی بات تجویز نہ کر سکے۔ اور جو بات اسکے عقل میں نہ آوے یا ویسی اپنی عقل سے بنا سکے اوسکی پیروی نہیں کرتا ✻

اور حکومت کا قانون تا قیام حکومت صرف جبر سے مانا جاتا ہے۔ دلی محبت اور یقین سے دوسرے کی بات کو مان لینا اور جو بات اسکی سمجھ میں آوے اوسکو مافوق العقل سمجھکر صرف تقلید سے قبول کر لینا عقلمندوں سے آپسمیں ممکن الوقوع و متوقع نہیں ہوتا ایسا شخص صرف نبی ہوتا ہے جسکی ہر بات کو دلی اعتقاد اور محبت سے تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر اوس کی کوئی بات عقل میں نہ آوے تو اسکو بھی مافوق العقل سمجھ کر اور اوس شخصکو معجزہ کے سبب مؤید من اللہ مانکر اوسکی اس بات کو بھی محض تقلید سے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

فلاسفہ کا یہ جواب بلا ارتیاب کافی و شافی و تسلی بخش ہے۔ اور یہ نبی کی عام عقلاء جہان پر امتیاز و فوقیت ثابت کرتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس اس تاریکی

✻ صفحہ ۱۱۳ کا بیان اسکے مخالف نہیں ہے

کے زمانہ میں (جسکو برطبق مصرع - برعکس نہند نام زنگی کافور - روشنی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے - اور در حقیقت ایمانی روشنی اس زمانہ میں کافور ہو گئی ہے - ایسے معجزات کو (جنکو فلاسفہ مانتے ہیں - چہ جائے معجزات یعنے وسیع جنکو اسلام وغیرہ مذاہب آسمانی تسلیم کراتے ہیں) ماننے والے بہت کم نظر آتے ہیں - اور دن پر کیا افسوس ہے - جو لوگ بظاہر مذہب کو کسی سنس (معنے) میں مانتے ہیں وہ وجود معجزات سے بتاویل و تسویل انکار کرتے ہیں اُنکے سامنے کتابی اور روایتی معجزات پیش کئے جاویں تو وہ اونکی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو صریح انکار سے بدتر ہیں - ایسے لوگوں کے لئے اسوقت معجزات دکھلانے والے نظر نہیں آتے - انبیاء علیہم السلام ختم ہو چکے ہیں - اور اُنکے کامل اتباع اور نائب اولیاء جو وراثت کے طور پر معجزہ کے قائم مقام کرامات دکھا سکتے ہیں اب نظر نہیں آتے - مدعی تو بہت ہیں - مگر دکھلانے والے آنکھوں سے غائب ہیں - بعض جو کرامت نمائی کا بذریعہ تحریرات و اشتہارات دعوے* کرتے ہیں وہ اپنے ان دعووں میں جھوٹے نکلتے ہیں - جیسے عام تجارتی اشتہاروں کے مشتہر جھوٹے نکلتے ہیں - اور وہ منکروں کی نظروں میں مومنوں کو حقیر کراتے ہیں - اور خود ذلیل ہوتے ہیں - انکے اشتہاری معجزوں کی حقیقت دیکھ کر منکرین معجزات اور بھی دلیر ہوتے اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ کے معجزہ دکھانے والے بھی ایسے ہی ہونگے -*-

*یہ مرزا غلام احمد کی طرف اشارہ ہے - جنکو تین ہزار معجزہ و نشان نمائی کا دعوے ہے - مگر در حقیقت ایک نشان بھی اون کا صادق نہیں نکلا اس کی تفصیل مضمون "مرزائی رسائل انجام آتھم وغیرہ کا جواب" میں ملاحظہ ہو - میاں غلام احمد تو اپنی طرف سے مسلمانوں کو اُن دعاوی کاذبہ سے ذلیل کرا چکے تھے مگر مسلمان انکو اسلام سے خارج کر کے اس ذلت و الزام مخالفین سے بچ گئے - نمبر ۱ جلد ۱۶ [illegible]

لہذا ان لوگوں (منکرین معجزات) کے سامنے پیش کرنے کے لائق اس سوال کا جواب یہ ہے جو ہم دیتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے دکھانے کے لائق معجزہ حضرات انبیا، کی تعلیم ہے۔ جو دائمی معجزہ ہے۔ اور اوسکی تشریح اس جواب کے ضمن میں کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ وہ جواب دو ہیں۔

اوّل یہ کہ تمدن کے قوانین میں جہاں کہیں صحت کا نشان پایا جاتا ہی وہاں ہی مقدس حضرات کی تعلیم کا نتیجہ ہے و اثر و فیض ہے۔ ؎

بابلکے یہاں سے کون لایا ✦ جس نے پایا یہیں سے پایا

اور جو انمیں غلطی یا خطا ہے وہ انسانی عقل کا نتیجہ ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اہل تمدن نوع انسان پر ایسا وقت کوئی نہیں گذرا۔ کہ انمیں خدا کی طرف سے بنی نہ بھیجا گیا ہو۔ اور اوس نے خدا کی آیات و احکام (آسمانی تعلیم سے) انکو نہ پہچائے ہوں اور انکو قوانین عدل و انصاف نہ سکھائے ہوں۔ انسانی عقل خودبخود اُستاد نہیں بلکہ شاگرد ہے۔ اور ادراک حقایق و خواص اشیاء و حصول تجارب میں خودبخود مستقل نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ اوس نے جانا ہے سکھانے سے جانا ہے۔

حقیقی عالم نے جو کچھ اوّل نبی (آدم علیہ السلام) کو اور اوسکے بعد ہر زمانے کے نبیوں کو سکھایا۔ وہی انسانی عقل نے سیکھا ہے۔

مذہب کو الگ رہنے دو۔ دنیا میں جس قدر علوم و کمالات ہیں طب نجوم وغیرہ اور ادنے و اعلےٰ کام جو انسان انسانی عقل سے کرتے ہیں۔ جوتا۔ کپڑا سینا لکھنا پڑھنا وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب کے سب انسانی عقل نے سکھانے سے سیکھے ہیں ایسا عاقل انسان دنیا میں کم سے کم ایک بھی نہیں جسکو کچھ نہ سکھایا جائے۔ اور ایک جنگل یا کسی غار میں، پرورش ہو۔ اور وہ اپنے آپ کپڑا جوتا سینے۔ لکھنے پڑھنے لگ جائے

پھر اس تعلیم کا ماخذ آسمان نہیں تو اور کیا چیز ہے۔ اسکا معلم عالم حقیقی نہیں تو اور کون ہے۔

محققین اہل اسلام امام غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ کہ جسقدر علوم دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ طب۔ نجوم۔ وغیرہ سب کے سب الہامی ہیں۔ اور خدا کا قول وعلم آدم الاسماء کلھا اونکے قول پر شاہد ہے۔ ہاں اس اوّل تعلیم کے بعد اس شاگرد (عقل) نے اپنے تجربے و قیاس سے بھی بہت کچھ کام لیا۔ اور اسمیں بہت کچھ گھٹایا بڑھایا۔ اسی قیاس اور کمی بیشی سے اس تعلیم میں خطا و قصور واقع ہوگیا بناء علیہ انسانوں کے اصول و قوانین میں جو صحیح ہیں۔ وہ سب کے سب آسمانی ہیں اور جو غلط ہیں وہ انسانی۔

(ودلیل امکانھا و وجودھا وجود معارف فی العالم لا یتصور ان تنال بالعقل کعلم الطب والنجوم فان من بحث عنھا علم بالضرورۃ انھا لا تدرک الا بالھام الٰھی و توفیق من جھۃ اللہ ولا سبیل الیہ بالتجربۃ فی احکام النجومیۃ ما لا یقع الا فی کل سنۃ الا مرۃ فکیف ینال ذلک بالتجربۃ وکذلک خواص الادویۃ (المنقذ من الضلال)۔)

ان غلط اصول کی تصیح کیلئے خداوند تعالے نے وقتاً فوقتاً اوّل معلم (آدم علیہ السلام) کی جگہ اور نبیوں کو بھیجا تاکہ انکی غلطی کو رفع کریں۔ اور ٹھیک آسمانی تعلیم کو قایم رکھیں یہانتک کہ سب سے آخر خاتم المرسلین کو بھیجا جنہوں نے ان اغلاط کی تصیح کرکے ایسا قانون تمدن و اخلاق (قرآن کریم) مکمل کرکے پہنچایا کہ اُسکے بعد کسی اور قانون اور مقنن کی ضرورت کو باقی نہ رہنے دیا۔

بنائً علیہ علاوہ جہان کا اور اُسکے صحیح قوانین کا وجود نبوت اور انبیاء کا ثبوت دیتا ہے۔ نہ نفی کرتا ہے اور وہ دلیل جو فلاسفہ پیش کرتے ہیں اُنکے مدعا کی دلیل ہو نہ عکس کی ہمارے اس جواب کی صحت و تسلیم دو مقدموں کی صحت و تسلیم پر موقوف ہے۔

اوّل یہ کہ عقلاء اپنے عقلی اور انسانی فیصلوں میں غلطی کرتے ہیں۔
دوسرا یہ کہ انبیاء اپنے احکام و ہدایات میں جو آسمانی تعلیم سے وہ فرماتے ہیں کبھی غلطی نہیں کرتے۔
مقدمہ اول تو میرے خیال میں تمام جہان کا مسلمہ قضیہ ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی عاقل نہ ہوگا جس نے کبھی غلطی یا خطا نہ کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مقولہ بطور قاعدہ کلیہ مشہور ہو کر عربی میں ضرب المثل ہو گیا ہے۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان جسکو یوں بھی تعبیر کرتے ہیں الانسان یسارق النسیان اور یہ بھی کہتے ہیں اول الناس اول ناس اور آسمانی مذاہب میں سے دو مذہب اسلام اور عیسائیت۔ اس مقولے کو مذہبی مسئلے کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اسلام میں یہ حدیث مانی گئی ہے کہ حضرت آدم سے بھول اور خطا ہوئی۔ تو انکی اولاد سے بھی بھول اور خطا ہونے لگے ، جو رسالہ نمبر ۲ جلد ۱۷ میں بصفحہ (۴۹) منقول ہو چکی ہے۔
عیسائیوں کی مقدس کتاب واعظ باب ۷۔ آئت ۲۰ میں کہا ہے ،
کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے۔ اور خطا نہ کرے۔
عیسائی مذہب کی کتابوں میں لفظ خطا سے بڑھ کر لفظ گناہ بھی تمام انسانوں کے لئے وارد ہے۔ اس لفظ سے غلطی و خطا بطریق اولے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ خاص میں عام کا تحقق ضروری ہے۔
ایوب کے باب ۱۴۔ آئت ۴ میں ہے۔ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں۔
زبور باب ۵۱۔ آئت ۵ میں ہے۔ دیکھ میں نے برائی کی صورت پکڑی اور گناہ کے ساتھ میری ماں نے مجھے پیٹ میں لیا۔

یرمیا باب ۱۷-آئت ۹- وسیعیا باب ۶۴-آئت ۷ میں ہے دل سب چیزوں سے زیادہ حیلہ باز ہے- اور وہ نہائت فاسد ہے- اوسکو کون دریافت کرسکتا ہے ہم تو سب کے سب ایسے ہیں جیسے ناپاک چیز اور ہماری ساری راست بازیاں گندی دھجی کی سی ہیں- اور ہم سب پتے کیطرح کملاتے ہیں- اور ہماری بدکاریاں آندھی کی مانند ہمیں اڑا لینگی-

رومیوں کے باب ۳-آئت ۲۳ میں ہے سبھوں نے گناہ کیا- اور خدا کے جلال سے محروم ہیں-

حکماء کے اقوال بھی ان اقوال کے قریب قریب ہیں- **ارسطا طالیس** کا قول ہے- بنی آدم ایک ناتوان شکل اور ڈہلکتی گنبد اور حسد اور درد و رنج کے مہد کے سوا کچھ نہیں ہے- **بطلیموس** کا قول ہے- ہر ایک شئے اپنی اصلیت کیطرف رجوع ہونے سے باز نہیں رہتی- پس انسان جو گناہ کرتا ہے اوسکا ذاتی منشا ہے **طوکیدیدس** کا قول ہے- سارے آدمی گناہ کرتے ہیں- کیا ظاہر میں کیا باطن میں- اور بُری ہوا و ہوس عقل کو نابینا کرتی ہے- اور اسطرح گناہ پورا ہوتا ہی **جالینوس** کا قول ہے- کہ آدمی بالذات شریر اور گناہ کا طالب ہے- اور اگر تہذیب اخلاق نہ ہو تو یقین ہے کہ بد سے بدتر ہو جاوے- **پلوطارخ** کا قول ہی کہ بُری ہوا و ہوس پیدائش ہی کے وقت سے آدمی مین پیدا ہوئی ہے- نہ یہ کہ پیدا ہونے کے بعد اوسمیں سمائی گئی ہے- اور اگر آدمی کو نصیحت اور تنبیہ نہ کرتے تو گمان ہوتا ہے کہ وہ جنگلی جانور سے بھی زیادہ وحشت ناک ہوتا- **اقلیدس** کا قول ہے- کہ بدی انسان کا اپنا نتیجہ ہے- **قراطس** کا قول ہے- کہ جیسے ہر انار مین ایک گلا ہوا دانہ ہوتا ہے- ایسے ہی ہر آدمی میں بھی بُری آرزو البتہ ہوتی ہی یہانتک کہ کوئی بے گناہ نہیں ہے- **بقراط** کا قول ہے- کہ اگر تعلیم اور تعلّم

اور درس و تدریس حکماء کا ایک لچر اور بیہودہ کام ہے تو ضرور انسان گناہ سے مبرا ہے۔ والا بد ہے۔ کالسدیسس کا قول ہے۔ کہ انسان کا دل ایک ناطق اور موکد شاہد ہے۔ کہ وہ بدی اور شرارت کی طرف بدل رجوع ہے۔ یہ امر دال ہے اسکی خطاکاری پر۔ فرزانہ لاورزی کا قول ہے۔ کہ انسان کو زیبا ہے کہ اپنے برے دل کی شرارت سے ہمیشہ منفعل اور خجل اور بھی سرنگوں رہے۔

ان حوالجات و اقوال کو کوئی شخص صحیح نہ سمجھے۔ تو ہم کو وہ دنیا کے لوگوں سے گذشتہ زمانے کے ہوں یا حال کے۔ ایک شخص کی نشان دہی کرے جس کی غلطی و خطا نہ ہوئی ہو سلطنتوں کے واضعان آئین و قوانین اور پارلیمنٹ کے ممبروں ہی میں سے ایک شخصکو بتا دے جس نے غلطی نہ کی ہو۔ ہم تو صاف دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ غلطیاں کرتے ہیں۔ اور اپنے قانون کو خود غلط قرار دیکر بدلتے رہتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے ممبروں سے ایسے اسپیکر ہوتے ہیں کہ وہ اپنی تقریر سے اپنے مدعا کو بزور دلائل ایسا صحیح ثابت کر دیتے ہیں کہ اکثر حاضرین و سامعین اسکو حق و صحیح سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

آسکے مقابلہ میں دوسرا اسپیکر کھڑا ہوتا ہے۔ تو وہ پہلے کا سارا کیا کرایا خاک میں ملا دیتا ہے۔ اور اوسکا خلاف ایسا ثابت کرتا ہے۔ کہ اوس کا بیان سنکر حاضرین یہ کہہ اوٹھتے ہیں کہ پہلے نے ہم پر جادو کرکے اپنا مدعا صحیح کر دکھایا تھا حق تو یہی ہے جو اس دوسرے نے بیان کیا ہے۔

حکمائے یونان کے خیالات اور اُنکے مقابلے میں یوروپ کے فلاسفروں کے خیالات کو دیکھو۔ تو ضرور ایک جانب کو غلط اور خطاء قرار دو۔

ان خیالات کے بیان کی نہ حاجت ہے نہ وقت ۔ و معہذا کسیکو شوق ملاحظہ ہو تو ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کے جلد دوم کے صفحات ۸۲ سے ۸۸ تک کا ملاحظہ کرے ۔ اس بیان سے حاضرین کو یقین ہو گیا ہو گا۔ کہ ہمارا پہلا مقدمہ ایسا صحیح ہے کہ اسمیں کسیکو اختلاف اور مقال کی گنجائش نہیں ۔

اب رہا مقدمہ دوم سو بھی میرے خیال میں اختلاف اور نزاع کے لائق نہیں حضرات انبیاء علیہم السلام جو قوانین و اصول آسمانی تعلیم سے بیان کر گئے ہیں ان میں سے کم سے کم ایک بھی ایسا نہیں جس میں غلطی یا خطا کی آمیزش ہو۔ ان اصول و قوانین کو نہ متقنن نے خود خطا اور غلط قرار دیا ۔ اور نہ ایک کے قانون کو دوسرے نے غلط کہا ۔ بلکہ ایک نے دوسرے کی تصدیق کی ۔ اور سچا کہا ۔ یہ اصول کی نسبت حکم ہے وہی، فروعات مناسب وقت اور محل سوائیں البتہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے ۔ چنانچہ آئت ۱۳ و ۱۴ متعلق جواب سوال ہوحانیت کی تفسیر میں بیان ہوا ہے ۔ مگر یہ تبدیلی پہلے حکم کی غلطی پر مبنی نہیں ہے بلکہ تبدل حالت اور ضرورت وقت پر مبنی ہے ۔

اس کی نظیر کونسلوں کے قوانین نہیں ہیں ۔ جو غلطی معلوم ہونے سے بدلے جاتے ہیں ۔ بلکہ حکیموں اور ڈاکٹروں کے نسخے ہیں جو حسب ضرورت و تبدل حالت مریض بدلے جاتے ہیں ۔ اسکی ایک مثال حضرت آدم کی قریبی اولاد بھائیوں بہنوں کے باہم نکاح ہیں، جو حسب ضرورت وقت ہوتے تھے ۔ جب وہ ضرورت نہ رہی تو وہ حکم اُٹھا یا گیا ۔ اور حقیقی بہن کا نکاح حقیقی بھائی سے منع ہو گیا ۔ جس کا سِرّ یہ ہے ۔ کہ زوجہ ایک فراش ہے اور شوہر اوسکا حاکم یا افسر چنانچہ آئت

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض ۔ (نساء ع ۶)

منقولہ حاشیہ میں بیان ہے بلکہ فراش میں فی الجملہ ابتذال پایا جاتا ہے ۔ اور قریب کے

رشتہ میں اعزازی صلہ مناسب ہے۔

میں اسوقت جملہ مذاہب کیطرف سے وکیل ہو کر کھڑا نہیں ہوا کہ سب مذاہب کے اصول و قوانین بیان کرکے انکا خطا سے پاک ہونا ثابت کروں۔ بلکہ صرف اسلام کی طرف سے وکیل ہوں۔ اور اس امر کے ثابت کرنے کے لئے خدا کے فضل و توفیق سے تیار و مستعد ہوں۔ کہ اسلام کے ایک قانون اور اصول میں بھی غلطی نہیں ہے

عام ثبوت کی ضرورت بیان کرنے کے بعد جب خاصکر اسلام کے ثبوت اور تائید کے لئے کھڑا ہونگا۔ اُسوقت چند ہی مثالوں سے اپنا دعوے ثابت اور مدلل کردکھاؤنگا۔ انشاءاللہ تعالے۔

میں نے آجکل اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ایک مضمون "عصمت انبیاء" درج کیا ہے۔ جو عنقریب چھپ* کر شائع ہوگا انشاءاللہ تعالے۔ اسمیں میں نے اسمضمون کا اشتہار دیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک گناہ ثابت کرے۔ تو میں اوسکو ایک ہزار روپیہ انعام دونگا۔ اسمقام میں اس لفظ گناہ کے ساتھ میں لفظ خطا بھی زیادہ کرتا۔ اور یہ کہتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی خطا ثابت کرے جس پر منجانب اللہ اطلاع ہوکر اوس کی اصلاح نہ کیگئی ہو۔ تو وہ بھی ایک ہزار روپیہ انعام لے۔

خلاصہ جواب اوّل یہ ہے کہ قانون تمدن بنانے والے عقلا و اراکین سلطنت جو صحیح قوانین بناتے ہیں وہ انبیاء کے بنائے اور بتائے ہوئے قوانین ہیں اور جو قانون وہ اپنی عقل سے بناتے ہیں۔ انمیں غلطی کھاتے ہیں۔ لہذا وہ انسان کی تمدنی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتے۔ اور انبیاء کا کام نہیں دے سکتے۔ اور نہ نبی کہلانیکے مستحق ہوسکتے

* یہ مضمون اسی جلد میں شائع ہوگیا جس جلد میں یہ مضمون خطبہ درج ہوا ہے۔

ہیں۔ یہ کام انبیای کا کام ہے جسمیں سب مقنن انبیاء کی تعلیم وہدائیت کے محتاج ہیں۔

دوسرا جواب اس سوال کا یہ ہے۔ کہ اگرچہ تمدن کے عام اصول و قوانین بنانے میں انسانی عقل کی مداخلت ہوسکتی ہے۔ جس میں وہ کچھ شاگردی انبیاء سے اور کچھ اپنے اجتہاد و قیاس کی اُستادی سے کام کرسکتی ہے۔ اوران قوانین میں وہ خطا و صواب دونو سے موصوف ہوسکتی ہے۔ (چنانچہ جواب اوّل میں ثابت ہوا۔) مگر بعض اخلاقی اور روحانی اصول قایم کرنے میں عقل کی استادی کچھ بھی نہیں چلتی۔ اور اسمیں اوسکو آسمانی تعلیم کی ہی شاگردی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ ان اصول کے متعلقات تک طائرِ عقل کو پرواز نصیب نہیں۔ بلکہ وہاں جاکر اوسکے پر جل جاتے ہیں۔

اس حکم نفی میں مراد نہ ایک کی عقل ہے نہ دو کی۔ نہ دس کی نہ سو کی۔ نہ ہزار کی نہ عقلائے بیشمار کی۔ بلکہ کل بنی نوع انسان کی مراد ہے۔ اور اسکی نسبت ہمارا یہ دعوے ہے کہ ان اشیاء تک کسی کی عقل کو وصول نہیں ہے۔ اور ان چیزوں کے متعلق انسان کو علم حاصل کرنے کی ضرورت بھی کھانا کھانے۔ پانی پینے۔ کپڑا پہننے کی ضرورت سے بھی بڑہ کر ہے۔ اور اس ضرورت کے پورا ہونے کا ذریعہ اور سبیل انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس سے نبوت اور انبیاء کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ اور اس ضرورت کے مطابق انبیاء کا وجود پا۔ جو انکی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے۔

انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی صفات کی کسیقدر ہم تفصیل کرچکے ہیں۔ ازانجملہ اس کی جسمانی صفات اور اخلاقی حالات کی نظر سے اوسکو قانون تمدن سے تعلق ہے۔ (جسکو فلاسفہ نے ثابت کیا ہے۔) اور بعض روحانی

صفات کی نظر سے اوسکو اپنے خالق سے تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے ایک خیال اوسکو خدا کی ہستی اور ذات کا کہ "وہ ہونا چاہیئے" پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا خیال اوسکی صفات کا کہ وہ ہے تو کیسا ہے۔ اور کن صفتوں سے موصوف ہے۔ تیسرا خیال اسکی ارادات۔ ومرضیات کا کہ وہ کن کاموں سے خوش ہے۔ اور اُنپر اوسکی طرف سے انعام و رحم ملنے کی امید ہے۔ اور کن فعلوں سے ناخوش ہے۔ اور اُنپر اوسکی طرف سے مواخذہ کا خوف ہے۔

پہلے خیال (یعنے ہستی وذات خدا) کے متعلق تمام جہان کے عقلاء کی عقل بجز اسکے کچھ راہنمائی نہیں کرتی کہ اسکا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ ہونا چاہیئے۔ وہ نہ ہوتا تو ہم بھی نہ ہوتے۔ اور وجود میں نہ آتے۔ اس سے بڑھ کر کہ وہ موجود ہے عقل بتا نہیں سکتی۔ اور کسی چیز کے موجود ہونے کی خبر دینا عقل کا کام نہیں۔ یہ مشاہدہ کا کام ہے۔ مثلاً ہم دہوئیں کو دیکھتے ہیں۔ تو اوس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں اور حکم لگاتے ہیں۔ کہ یہاں آگ کا ہونا ضروری ہے۔ آگ نہ ہوتی تو دہواں پیدا نہ ہوتا اور اس سے بڑھ کر یہ حکم کہ وہاں آگ ہے عقل کا کام نہیں ہوتا۔ بلکہ مشاہدہ کا کام ہوتا ہے۔

اس خیال کے متعلق خداوند تعالے نے خود ہی آسمانی تعلیم اور انبیاء کے ذریعے سے انسانی عقل کو مطلع کیا کہ میں ہوں۔ تو اوسکو اوسکی ہستی کا علم حاصل ہوا۔

دوسرے خیال (خدا کی صفات) کے متعلق بھی جہان کی عقل ملکر کوشش کریں تو اوسکو کچھ پتا نہیں لگتا۔ کہ خدا تعالے کن صفتوں سے موصوف ہے۔

جسکی وجہ یہ ہے کہ عقل انسان کی دوڑ وہاں ہی تک ہے جہانتک اسکی جو حسیں حواس کا وصول ہو۔ اور جہاں حواس کو وصول نہ ہو۔ وہاں وصول عقل ناممکن ہے۔

اپنی صفات سے بھی خدا نے خود ہی خبر دی۔ اور انسانی عقل کو آسمانی تعلیم بھیجی تو

انسانی عقل کو ان صفات کی خبر ہوئی۔

صاحبان! ایک معلم آسمانی اسلام کے ہادی اور ہمارے نبی نے خدا تعالے کی ہستی اور ذات وصفات کے متعلق جو تعلیم آسمانی پہنچائی ہے اوسکو آپ حضرات توجہ سے سنیں گے تو داد انصاف دیکر کہیں گے کہ انسانی عقل سے یہ تعلیم نہیں ہو سکتی اور کسی نے انسانی عقل سے یہ تعلیم نہیں دی۔

خدا کی ذات اور ہستی اگر محض تنزیہہ سے بلا استعمال الفاظ تشبیہہ لوگوں کو سمجھائی جائے (جیسا کہ عموماً عقلاء سمجھاتے اور بیان کرتے ہیں کہ مثلاً وہ واجب الوجود ہے۔ (جسکا ہونا ضرور ہے) یا وہ قیوم ہے (جو بذات خود قایم ہے اور دوسری موجودات کے قیام کا سبب وموجب) یا وہ کازاوف کاز (علۃ العلل) ہے تو خدا تعالے کو صرف معدودے چند فلاسفر اور کریجویٹ (تعلیم یافتہ) ہی سمجھتے۔ حالانکہ خدا تعالے کے تمام بندے خدا کی معرفت کے محتاج ہیں اور وہ اکثر اُمّی (ان پڑھ) ہیں۔ جو ان الفاظ کے مفاہیم تو کیا سمجھینگے۔ ان الفاظ سے انکے کان کبھی آشنا نہیں ہوئے۔ اور اگر اس فہمائش ہستی اور ذات خداوندی کے لئے تشبیہہ کو کام میں لایا جائے۔ اور عوام الناس کو اس ہستی کی فہمائش اون الفاظ سے کی جاوے جن الفاظ سے وہ اوسکو سمجھ سکتے ہیں کہ خدا وہ ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے آدم یا آسمان کو بنایا۔ اور وہ آسمانوں یا عرش پر ہے۔ اور وہ بولتا۔ دیکھتا۔ سنتا ہے۔ وعلے ہذا القیاس۔ تو ان الفاظ سے بے شک عام لوگ خدا کی ہستی اور ذات کو سمجھ سکتے ہیں۔ مگر اوسکے ساتھ وہ اس بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ خدا کو انسانوں جیسا ایک انسان ہاتھوں والا۔ زبان۔ کان وغیرہ اعضا والا کسی تخت یا چوکی پر بیٹھنے والا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ جو خدا کے تقدس کے برخلاف ہے۔

ہمارے معلم آسمانی اور رسول رحمانی (صلے اللہ علیہ وسلم) اس فہمائیش ہستی اور ذات وصفات کے وقت دو نو فریق عقلاء وعوام کے افہام کا لحاظ فرمایا - خواص عقلاء کی فہمائش کے لئے تنزیہہ وتقدس کے الفاظ کو استعمال فرمایا - اور عوام کی فہمائیش کے لئے الفاظ تشبیہہ سے کام لیا - اور اس الفاظ تشبیہہ سے جو وہم وگمان جسم وجسمانیت پیدا ہوتا تھا - اوسکو اس ایک آئت قرآن سے "لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر" یعنے اوسکی مانند کوئی چیز نہیں ہے - وہ سننے والا جاننے والا ہے" اٹھادیا - جسکا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالے سننے والا تو ہے - مگر نہ ایسا جیسا کہ ہم ایک جسمانی آلہ کان سے سنتے ہیں - پر ایسا ہی کچھ - وہ دیکھنے والا تو ہے مگر نہ ایسا جیسا ہم جسمانی آلہ (آنکھ) سے دیکھتے ہیں - پر ایسا ہی کچھ -

(حاشیہ کے اندر:) ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو علم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم - ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلم المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون (الحشر ع ۳) ، قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد

اس نفی تشبیہہ اور پھر کسیقدر اختیار تشبیہہ سے اس ہادی کا مقصود یہ ہے کہ خدا کے سننے دیکھنے - اور انسان کے سننے دیکھنے کو حقیقت میں تو مشابہت ومماثلت نہیں ہے بلکہ فعل ونتیجہ میں مشابہت ہے -

صاحبان ! - ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے - ایک اس حقیقت کا اثر وفعل ولازمہ ونتیجہ آنکھ کی حقیقت ڈھیلا اور رطوبتیں اور طبقات ہے - اور اوسکا فعل واثر ونتیجہ دیکھنا ہے - ایسی ہی کان کی حقیقت ایک سوراخ دار جسمانی عضو ہے جس میں پٹھے بچھائے ہوئے ہیں - اور اس میں ایک پردہ ہے جسپر ہوا ٹکراتی ہے

ملہ - اللہ وہ ہے جسکے سوا پوجنے کے لائق کوئی نہیں - چھپی اور کھلی چیزوں کو جاننے والا بخشش کرنیوالا مہربان - بادشاہ سب عیبوں سے پاک - سلامتی دینے والا نگہبان غالب - جو چاہے کر لے - بڑائی کے لائق - ملہ کہو اللہ ایک ہے بے نیاز ہے نہ اُسنے کسیکو جنا - اور نہ وہ کسیکا جنا ہوا - اور نہ اس جیسا کوئی ہے -

اور اوسکا فعل سننا ہے۔

خداتعالے کے دیکھنے اور سننے کو جو انسان کے دیکھنے اور سُننے سے مشابہت ہے تو صرف ان افعال میں ہی نہ حقیقت انسانی آنکھ اور کان سے۔

حضرات! یہ باتیں کہ خداتعالے جسمانی آنکھ و کان نہیں رکھتا۔ اور معہذا وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ انسانی عقل سے جس نے خدا کو نہیں دیکھا کہاں معلوم ہو سکتی ہیں۔ جب تک خداتعالے خود نہ بتادے کہ ہیں ایسا ہوں۔

خداتعالے کی صفت وحدت اور اسکی توحید اس ہادی برحق نے سمجھائی ہی تو وہ بھی ایسے طور پر سمجھائی ہے کہ کسی اور عاقل نے نہیں سمجھائی۔ اور نہ کوئی سمجھا سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ خداتعالے کو ہی ذات وصفات واستحقاق عبادت تینوں کی نظر سے ایک ماننا چاہیئے۔ اور ان توحیدات ثلثہ کے بغیر خدا کو ماننا نہ ماننے کی برابر ہے۔

توحید ذات یہ ہے کہ جیسے ایک انسان کی مانند دوسرا انسان ہوتا ہے۔ ایک ستارہ کی مانند دوسرا ستارہ۔ درخت کی مانند دوسرا درخت وعلے ہذالقیاس ویسے خدا کی مانند کوئی چیز نہیں۔ وہ اپنی ذات وہستی ووجود میں اکیلا ہے۔ جو اپنی نظیر اور کفو نہیں رکھتا۔

توحید صفات یہ کہ جن صفات کمال سے وہ موصوف ہے۔ ان صفات سے کوئی دوسرا موصوف اور انمیں اسکا شریک ومماثل نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ بلا جسمانی آنکھ دیکھتا ہے دوسرا کوئی نہیں دیکھتا۔ جیسا کہ وہ بلا جسمانی کان سنتا ہے ایسا نہیں سُنتا۔ جیسا کہ بلا مدد آلات ومواد موجودات کو پیدا کرتا ہے کوئی دوسرا پیدا نہیں کرتا۔ جیسا وہ ہر چیز کو تمام لوگوں سے چھپی ہو خواہ کُھلی انکے نزدیک ہو خواہ

کتنی ہی دور ہو، یکساں جانتا ہے۔ اور کوئی چیز اس سے چھپی نہیں ہے۔ ایسا کوئی دوسرا اُن چیزوں کو نہیں جانتا وعلے ہذالقیاس۔

توحید استحقاق عبادت یہ ہے کہ غائت درجہ کی عجز وانکسار بندوں کا جسکو وہ اپنی ہمجنس اکابر (بادشاہ حاکم ماباپ وغیرہ منعم ومحسن) کے سامنے نہ کرسکیں وہی مستحق ہے۔ اس سے ایسا ڈرین کہ کسی دوسرے سے نہ ڈریں۔ اس سے ایسی امید رکھیں کہ کسی دوسرے سے نہ رکھیں۔ اُسکے آگے ایسی عاجزی اور تضرع کرین جو کسی کے آگے نہ کریں۔ وعلے ہذالقیاس۔

توحید خدا کی تشریح وتفصیل بھی انسانی عقل سے نہیں ہو سکتی نہ انسانی عقل خدا کی ذات وصفات کو بذات خود پہنچ سکتی ہے نہ اسکے حقوق واستحقاق عبادت کو بذات خود بیان کرسکتی ہے۔

یہ اسرار خدا تعالےٰ ہی کی تعلیم سے (جو بواسطہ روحانی معلموں کے پہنچی ہی) کُھلے اور کُھل سکتے ہیں

دنیا میں بڑے بڑے فلاسفر گذر چکے ہیں جنہوں نے تعلیم انبیا کی طرف توجہ نہ کی تو توحید عبادت اُنسے چھوٹ گئی۔ افلاطوں سے تاریخی نقل ہے کہ اُسنے اپنے وارثوں کو مرنے کے وقت وصیت کی تھی کہ فلان بت کے نام اس کی طرف سے ایک مرغا ذبح کریں۔ جو کمال تعجب کا محل ہے۔

تیسرے خیال (خداوند تعالےٰ کے ارادات ومرضیات) کے متعلق بھی انسانی عقل کو اپنے آپ علم حاصل ہونا ناممکن ہے۔ ایک انسان دوسرے ہم جنس انسان کے دل ودماغ پر احاطہ نہیں کرسکتا۔ اور اپنی انسانی طاقت سے نہیں جان سکتا کہ اُسکے دل ودماغ میں فلان امر کے متعلق کیا خیال ہے۔ وہ اس میں خوش ہے یا ناخوش جبتک کہ وہ خود زبان سے نہ کہے۔ یا ایسے قراین وعلامات قائم نہ کردے جنسے

اُسکی رضا یا عدم رضا یقیناً ظاہر ہوسکے - چہ جائے خداوند تعالے جس سے انسان کو کسی قسم کی مجانست و مماثلت نہیں ہے -

یہ امر بھی خداوند تعالے نے خود ہی فرمایا اور آسمانی تعلیم سے انبیار پر اپنی رضا و عدم رضا کو ظاہر کیا تو انسانی عقل کو اسکا علم حاصل ہوا -

دُنیا کی موجودہ اشیار کے وجود و خواص پانیچرسے کچھ پتہ نہیں لگتا - کہ خدا تعالے بندوں سے اُن اشیاءکے متعلق کیا چاہتا ہے - اور اوسکی رضا ان اشیاء کے استعمال میں ہے یا ترک میں - اسکی دلیل اور مثال زہر و تریاق و کفر و شکر کی تفصیل دیکھنی چاہو تو ہمارا رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر۸ جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۸ وغیرہ کو ملاحظہ کرو۔

اس جواب پر یہ سوال ضرور ہوگا - کہ اگر انسانی عقل کو خدا کی ذات وصفات و ارادات پر ڈائرکٹلی (بلا واسطہ) اطلاع ممکن نہیں ہے - اور عقل انسانی ان چیزونکا مشاہدہ و تجربہ بذات خود نہیں کرسکتی - تو انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے ان چیزونکا علم و یقین اوسکو کیونکر حاصل ہوسکتا ہے - اور اس امر پر انسانی عقل کے پاس کیا دلیل ہے - کہ جو کچھ انبیاء نے ان چیزوں کے متعلق اوسکو بتایا ہے - وہی حق ہے - اور مطابق واقع -

اس سوال کا جواب یہ ہے - کہ تمام دُنیا کا معمولی اور قدرتی (یعنی نیچرل) قاعدہ ہے - کہ اُنسان دنیا کی تمام چیزون کا علم و یقین نہ صرف اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل کرتا ہے - بلکہ بہت سی چیزونکا علم و یقین اوسکو دوسرے شخص یا اشخاص سے - (جو اُن چیزونکا مشاہدہ و علم رکھتے ہوں - اور اس امر کا وہ اور لوگوں کو علم و یقین دلا چکے ہوں -) بتانے سے حاصل ہوجاتا ہے٭

(۱) ایک شخص بڑا مشہور حکیم یا ڈاکٹر ہے - (جسکا ڈاکٹر ہونا فن ڈاکٹری کی کالج سے حاصل کرنے اور کسی مشہور یونیورسٹی سے سند پانے اور رات دن معالجات کرنے اور صدہا

٭ صفحہ ۲۹۰ کا بیان اسکے مخالف نہیں ہی اس مقام میں نادان کیلئے دانا کا اتباع کرنا بیان ہوا ہی - گذشتہ مقام میں ایک دانا کیلئے دوسرے دانا کو بلا دلیل اتباع سے انکار بیان ہوا ہی -

لوگون کے اس کے علاج سے شفا پانے سے مسلم ہو چکا ہو۔) وہ اگر کسیکو یہ کہدے کہ تیرے جگر میں پھوڑا ہے۔ اوسکو چیرا جائے گا۔ تو تو بچے گا۔ یا تیری آنکھ کی روشنی بند ہونے والی ہے تو فلان دوا کو استعمال کرائے گا تو آنکھ بچے گی۔ یہ قول سنکر اوسکو ڈاکٹر جاننے والے کو یقین ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنا جگر اور اپنی آنکھ اسکے سامنے رکھدیتا ہے۔ اور اوسکو اختیار دیتا ہے کہ جو عمل اسمیں چاہے سو کرے۔

اور اس سے پہلے یہ سوال نہیں کرتا کہ اول مجھ کو میرے جگر کا پھوڑا دکھادے۔ اور آنکھ کی روشنی کو بند کرنے والی چیز کا مشاہدہ کرادے۔ تب میں تیری بات کا یقین کرون گا۔

(۲) عدالت کا وکیل (جس کا وکیل ہونا اور قانون میں ماہر ہونا مسلم ہو۔) اگر کسی بے علم ملزم کو یہ کہدے۔ کہ فلان امر میں تو عدالت میں یہ عذر پیش کر۔ ورنہ تو جیل خانے میں بھیجا جائے گا۔ تو وہ فوراً اوسکی بات کا یقین کر لیتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا کہ پہلے مجھ کو وہ قانون دکھادے۔ تب میں تیری بات کا یقین کرونگا۔

(۳) جوہری یا صراف جسکا اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہو۔ کسی ناواقف موتی یا سونے کے خریدار کو اگر یہ کہدے کہ یہ موتی جھوٹا۔ اور یہ سونا کھوٹا ہے۔ تو وہ فوراً اس بات کا یقین کر لیتا ہے۔ اور خریداری سے رک جاتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا کہ مجھکو اسکا جھوٹ اور کھوٹ پہلے مشاہدہ کرادے۔ تب میں تیری بات کو مانونگا۔

(۴) ایک شخص مدت العمر کا راستباز اور خیر خواہ خلایق ہے جس کی راست گوئی و خیر خواہی مسلم اقران و اخوان ہو۔ اگر اپنے بھائی یا دوست کو خبر دے کہ فلان جنگل یا غار میں شیر بیٹھا ہوا ہے۔ اسطرف نہ جائیو۔ تو اوسکو خیر خواہ و راست باز جاننے والا ہرگز شک نہیں کرتا۔ اور اوسکی بات کا یقین کر لیتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا پہلے مجھ کو شیر دکھادے تبھی میں تیری بات کو مانونگا۔

آسکے نظائر دنیا میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جنکا شمار دشوار ہے ۔ ان نظائر سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اشیاء کا علم ویقین دوسرے کے بیان سے اگر وہ اس کا عالم واہل ہو ثابت ہو جاتا ہے ۔ اس نیچرل اور دنیا کے معمولی قاعدہ کی رو سے انسانی عقل کو انبیاء کی تعلیمات وبیانات کا جنکو وہ خدا کی ذات وصفات کے متعلق پیش کرتے ہیں ۔ علم ویقین ہو جاتا ہے ۔ گو اُن چیزوں کا انکو مشاہدہ نہ ہو ۔ مگر اسمیں شرط ہے ۔ کہ انسان ان انبیاء کا صادق القول ۔ اور آسمانی تعلیم سے فیضیاب ہونا مان لیں اور اُنکے روحانی طبیب ہونے کا یقین کرلیں ۔ جیسا ڈاکٹروں ۔ وکیلوں ۔ صرافوں اور عام رہنت بازوں کا ڈاکٹر وکیل ۔ وصراف ۔ وراست باز ہونا مان لیتے ہیں ۔

لوگوں کو یہ یقین انبیاء کی نسبت حاصل ہونا مشکل یا ناممکن نہیں ہے ۔ بلکہ آسان وجائز الوقوع بلکہ واقعی امر ہے ۔ جو لوگ انبیاء کے پیرو ہیں وہ انکو ایسا ہی جانتے اور مانتے ہیں ۔ اور انکی تعلیمات وبیانات کا انکو ویسا ہی یقین وایمان حاصل ہوتا ہے ۔ جیسا ڈاکٹروں کے بیان سے انکے معتقد بیماروں کو یقین ہوتا ہے ۔

اور جو لوگ ہنوز انبیاء کو نہیں مانتے اور نہیں پہچانتے انکے یقین اور پہچان دو آسان وسہل الحصول ذریعہ ووسیلہ ہیں ۔

اوّل یہ کہ وہ حضرات انبیاء کے لائف (حالات زندگی وسوانح عمری) میں غور وانصاف کی نگاہ کریں ۔ صرف معتقدین سے نہیں مخالفین اور برخاش رکھنیوالے لوگوں سے انکے حالات پوچھیں اور سُنیں ۔ وہ سچی طلب سے ایسا کرینگے تو ضرور انکے حالات سے وہ یقین حاصل کرینگے ۔ کہ حضرات انبیاء اعلےٰ درجہ کے راست باز صادق القول ۔ دنیا کے حظوظ نفسانی وشہوات سے مجتنب تھے ۔ اور کوئی غرض فاسد

نہ رکھتے تھے۔ اور خطاء و غلطی سے پاک تھے۔ خاتم المرسلین کے کشفدالیسے حالات کا ان آیات میں ذکر ہے۔ جو بیان ہو چکے ہیں۔

دوسرا ذریعہ و وسیلہ یہ کہ وہ صاحب انبیاء کی تعلیم کیطرف غور و انصاف کی نگاہ کریں۔ اور دیکھیں کہ اس تعلیم میں انبیاء علیہم السلام ان جسمانی ڈاکٹروں۔ و صرّافوں اور عام راست بازوں سے بڑھ کر اپنا روحانی طبیب ہونا ثابت کر گئے ہیں۔ یا نہیں۔ وہ انصاف و غور کی نگاہ سے تعلیمات کو دیکھینگے تو انکا روحانی طبیب و ایمانی صراف ہونا مان لینگے۔

اے حضرات انبیاء کی تعلیمات دو قسم ہیں۔ قسم اوّل۔ وہ تعلیمات متعلق تمدن و معاشرت و اخلاق ہیں جنکا عقل نے ایگزمی نیشن (امتحان) کر لیا۔ اور انکو اپنے قرار داد و فیصلہ کے موافق پایا یا مخالف نہ پایا۔ اور انسے بڑھکر تعلیمات تجویز کرنے کا اپنے اندر حوصلہ نہ پایا۔ ان تعلیمات نے عقل انسانی کو یقین دلایا ہے کہ انبیاء روحانی طبیب ہیں۔

قسم دوم۔ وہ تعلیمات ہیں جنکو عقل بذات خود پہنچ نہیں سکتی۔ پھر اس قسم کے دو حصہ ہیں۔ حصہ اوّل وہ تعلیمات ہیں جو ایسے امور غیب سے تعلق رکھتے ہیں جنکو عقل بذات خود قبل از وقوع نہیں جان سکتی۔ مگر بعد الوقوع جان سکتی ہے۔ اور اپنی ذریعہ سے انکے صدق کا امتحان کر سکتی ہے۔

یہ حصہ اوّل قسم دوم تعلیمات قسم اوّل سے بڑھکر عقل انسانی کو یقین دلاتا ہے کہ انبیاء روحانی طبیب ہیں۔ انکی ان باتوں کو بھی مان لینا چاہیئے جنکو عقل کبھی نہ پہنچ سکے اور انکا امتحان نہ کر سکے۔

حصہ دوم قسم دوم۔ وہ تعلیمات انبیاء ہیں جنکو خدا کی ذات و صفات و ارادات سے تعلق ہے۔ اور انسانی عقل کا انکی کُنہہ و حقیقت تک پہنچنا ناممکن ہے

اور انکا امتحان کرنا عقل کی طاقت سے خارج ہے۔

اس حصہ دوم قسم دوم کو بھی عقل اپنے قرار داد و فیصلہ کے برخلاف اور از قسم محالات نہیں جانتے۔ صرف مجہول الکنہ اور نامعلوم الحقیقت قرار دیتی ہے۔ اور اسکے مقابلہ میں کوئی اپنی عمدہ تعلیم پیش نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات ظاہر اور مسلم کل عقلاء ہے۔ کہ محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔ اول سے عقل کو انکار کا حق ہے۔ دوسرے سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ جس چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو اُس سے انکار کرنا ایسا ہے۔ جیسا کوئی احمق اپنے دانا مخاطب کو کہے کہ میں تیری بات کو تو سمجھ نہیں سکتا۔ مگر اسکے جواب دو دیتا ہوں۔ جسکو کوئی عاقل پسند نہ کریگا۔

اسیوجہ سے عقل نے انبیاء کی تعلیمات حصّہ دوم قسم دوم کو جو خدا کی ذات وصفات وارادات کے متعلق ہیں بغیر امتحان اور آزمائش کے مان لیا ہے اور یہ مان لینا اُسکا حق تھا۔

تمثیلات

(جنمیں نبوت عامہ کے علاوہ نبوت خاصہ محمدیہ کا ثبوت پایا جاتا ہے)

صاحبان۔ ا میں اسوقت خاصکر حضرت خاتم الرسالت کے دین اسلام کیطرف سے وکیل ہو کر کھڑا ہوں اور اُن ہی کی نبوت اور انکے دین کی حقانیت ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا میں ان ہی حضرت کی تعلیمات قسم اول اور حصہ اول قسم دوم کی چند تمثیلات بیان کرونگا۔ ان ہی تمثیلات پر سامعین اور انبیاء علیہم السلام کی اس قسم کی تعلیمات کا قیاس کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جملہ انبیاء کی شان واحد ہے اور ان تمثیلات کے حق اور عقل انسانی کے مطابق وموافق ہونے سے انکو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ حصہ دوم قسم دوم تعلیمات انبیاء علیہم السلام (جس کی کُنہ وحقیقت کو

عقل نہیں پہنچتی۔ نیز حق اور نفس الامر کے مطابق ہوگا۔

پس واضح ہو کہ منجملہ تعلیمات قسم اول ایک حکم حُرمت خمر (شراب) ہے۔ جسکو ہمارے نبی اُمیؐ (فداہ ابی و امی) ایسے وقت میں بالہام و تعلیم الٰہی صادر فرمایا ہو جسوقت ملک عرب تاریکی سے پر تھا۔ نہ علوم عقلیہ فلسفہ وغیرہ کا ہمیں اثر تھا۔ نہ کیمسٹری (علم کیمیا) کا نام و نشان نہ طب یونان۔ یا یوروپ کا چرچا۔ ان لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا کہ شراب خانہ خراب میں کیا کیا روحانی و جسمانی برائیاں و خرابیاں ہیں ایسی تاریک وقت میں اس سراپا نور نے اس شراب کی نسبت یہ حکم الٰہی پہنچایا "اور لوگ

ویسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (بقرہ ع-۲۷-)

تجھ سے شراب اور جُوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تو کہدے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے۔ اور نفع بھی ہے۔ پھر نفع کی نسبت ان کا گناہ (یعنے نقصان) بہت بڑھکر ہے"

صاحبان! میں شراب کے نفع اور نقصانوں کا تفصیلی بیان اور پھر انکا باہم موازنہ نہ کروں تو میرے پاس وقت نہیں۔ لہذا کچھ مختصراً لکھتا ہوں کہ اس شراب کے مجوز۔ اور حامی اسکے منافع یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ قلت اور اعتدال سے پی جائے تو دل میں سرور پیدا کرتی ہے۔ اور جسم میں اصلی حرارت اور اس سے خون و گوشت پیدا ہو کر بدن فربہ ہو جاتا ہے۔ اور جسم میں طاقت بڑھتی ہے وغیرہ وغیرہ اسکے مقابلہ میں بڑے بڑے حکیم و ڈاکٹر و تجربہ کار یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ یہ شراب۔ خانہ خراب اصلی حرارت کو کم کر دیتی ہے۔ غذا بدن بالکل نہیں ہو سکتی کہ اس سے خون اور گوشت پیدا ہو۔ ہاں بدن میں چربی پیدا کرتی ہے۔ جس سے بدنی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ اور جو اس سے اصلی حرارت پیدا ہونے کا خیال ہے وہ غلط

ہے۔ یہ صرف حرکات دل کو زیادہ کر دیتی ہے جس سے آخر دل تھک کر کمزور ہو جاتا ہے گرمی پیدا کرنے میں چاء اس سے بہتر ہے۔ اور کمزور کو طاقت دینے میں دودھ اس سے مفید تر۔ یہ معدہ کو اور جگر کو ضعیف کرتی ہے۔ اس سے اشتہاء اور قوت با کم ہو جاتی ہے۔ ورم جگر اور استسقاء یرقان وغیرہ امراض پیدا کرتی ہے۔ یہ دل کے اندر پہنچ جائے تو فوراً ہلاکت کی موجب ہو جاتی ہے۔ دماغ واعصاب کو ضعف و کمزور کر دیتی ہے جس سے رعشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ بدن بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔

روحانی حکیم اور ایمانی ڈاکٹر خاتم الرسل و سید البشر نے ان سب منافع و مضار کا موازنہ کرنے میں طبی اور طبعی بحث سے کام نہیں لیا۔ اور نہ ہی اس قسم کی ابحاث نبی کا منصب ہے۔ بلکہ بجائے اس بحث کے مختصر الفاظ سے یہ فرد یا کہ اسکے نفع سے اسکے نقصانات بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ جسپر روشن دلیل جو کسی کے اختلاف کا محل نہ ہو سکے یہ ہے کہ اسکے جملہ وہمی و خیالی یا واقعی منافع کے مقابلہ میں ایک نقصان زوال عقل ایسا ہے کہ وہ سب منافع کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ انسان عقل ہی سے انسان ہے۔ جب انسان کی عقل قایم نہیں رہتی تو وہ کسی نافع چیز کا نفع نہیں اوٹھا سکتا۔ اور شراب کو کمی اور اعتدال سے پینا نہ ہر ایک سے ہوتا ہی اور نہ ہو سکتا ہے۔ بہت لوگ شراب پیتے پیتے نشہ میں آجاتے ہیں۔ اور جب نشہ میں آتے ہیں تو پھر وہ اس حد قلت و اعتدال سے (جو بقول مجوزین ان خیالی یا واقعی منافع کی شرط و مدار ہے) باہر ہو جاتے ہیں۔ تو ان میں سرور کی جگہ بیہوشی اور از خود رفتگی پیدا ہوتی ہے۔ نیا خون اور گوشت پیدا ہونے کی جگہ (اگر اسکو فرض اور تسلیم ہی کر لیا جاوے) پہلا اور موجود گوشت و بدن ہی معرض نقصان و ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ کسی کا چھت یا دیوار سے گر کے سر پھوٹ جاتا ہے۔

کسی کا ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتا ہے۔ کوئی ناگہانی موت کے صدمہ سے ہلاک ہو جاتا ہے

وعلے ہذا القیاس۔

یہ اسکے جسمانی نقصان ہیں۔ رہے اخلاق اور روحانی نقصان سو جسمانی نقصانوں سے بڑھ کر ہیں۔ بے ہوشی میں انسان ہر قسم کے گناہ قتل ناحق زنا۔ وغیرہ جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔ سرکاری رپورٹیں انگلستان وغیرہ مغربی بلاد کے جہاں شراب کی کثرت ہے۔ ملاحظہ کرو تو اسکی کیفیت معلوم ہو۔

انگلستان میں ۱۸۸۹ء میں بیس لاکھ آدمی بیہوشی کے جرم میں گرفتار ہوئے اکثر لوگ شراب کے نشہ میں خودکشی کے مرتکب ہوئے۔ لنڈن میں فی لاکھ ۸۷ جرمنی میں ۱۷۰۔ فرانس میں ۴۰۲۔ روس میں ۲۰۶۔ اس نشہ کے سبب خودکشی کے مرتکب ہوئے۔

امریکہ میں منجملہ ۱۰۔ ۹ مجرم ایسے نکلتے ہیں۔ جو صرف نشہ کے سبب مرتکب جرم ہوتے ہیں۔ اور منجملہ ۱۱۔ قاتلوں کے ۱۰ ایسے نکلتے ہیں جو شراب کے نشہ میں قتل کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک چیف جسٹس انگلستان کا قول ہے۔ کہ اگر شراب نوشی حکماً مسدود کردیجائے تو انگلستان میں دس جیلخانوں میں سے نو کو توڑ کر ایک جیلخانہ رکھنا کافی ہو۔

یہ اسکے وہ اخلاقی نقصان ہیں جبکو تمدن اور مخلوقات سے تعلق ہے۔ اب اسکا وہ روحانی نقصان جبکو خالق سے تعلق ہے سنو۔ جب انسان شراب پی کر بیہوش ہو جاتا ہے تو خدا کی یاد اور عبادت سے (جو اسکی پیدائش کا اصلی مقصود ہے) غافل ہو جاتا ہے۔ اور اگر بسبب عادت نشہ کی بیہوشی میں خدا کو یاد کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ نہیں جانتا کہ اسکے مُنہ سے کیا نکلتا ہے۔ خدا کی تعریف

یا اوس کی مذمت۔ اس روحانیت کے فوت ہونے سے اسکی انسانیت ہی جاتی رہی۔ وہ انسان کہاں رہا۔ جس نے اپنے محسن خدا کو بھلا دیا۔ یا تعریف کی جگہ اسکو مذمت سے یاد کیا۔

ان جسمانی اور اخلاقی اور روحانی نقصانوں کی نظر سے اس روحانی حکیم اور ایمانی ڈاکٹر نے پہلی بار سابق الذکر حکم کہ "اس شراب کے نقصان اسکے منافع سے بڑھ کر ہیں"۔ فرمایا جسے اوّل درجہ کے عقلمندوں اور روحانیوں نے اُسکے منافع و مضائین موازنہ کرکے یہ سمجھ لیا۔ کہ خدا تعالےٰ شراب نوشی کو پسند نہیں کرتا۔ اور وہ اپنے بندوں کے نقصان کی نظر سے اس فعل سے خوش نہیں ہے۔ اور اس شراب کو (جو بسبب عادت نہ بحکم شریعت وہ پیتے تھے) اُنہوں نے چھوڑ دیا۔ اور جب اس حکم کے حامی اور اس شراب کے مخالف اعلےٰ درجہ کے عقلمندوں اور روحانیوں کی ایک پارٹی پیدا ہوگئی تو اس روحانی حکیم اور ایمانی ڈاکٹر نے بار دوم اوسط درجہ کے عقلمندوں کی فہمائش کے لئے اس متوسط عنوان سے یہ حکم صادر فرمایا

یا یہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ۔ حتی تعلموا ما تقولون۔ (النساء ع-۷-)	کہ اے ایمان والو جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے نزدیک نہ جاؤ۔ جب تک تم جان نہ لو کہ کیا

کہتے ہو۔ جسمیں شراب کا روحانی نقصان بیان کیا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ یہ شراب تم کو ہماری یاد اور تعریف سے مانع ہے۔ جب تم شراب پی کر نماز پڑھوگے تو نہ جانوگے کہ تم ہماری تعریف کر رہے ہو یا مذمت۔ اس سے اوسط درجہ کے عقلمندوں۔ اور روحانیوں نے بھی سمجھ لیا۔ کہ یہ شراب تو بہت بُری چیز ہے۔ اور یہ ہمکو خدا کے دربار کے حضور سے (جو پانچ وقت تو لازمی ہے۔ اور علاوہ بر آں دوسرے وقتوں میں اختیاری) روکنے والی چیز ہے۔ خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا ایسا ہے جیسا یہ فرمانا کہ تم

ہمارے دربار میں آنا چاہتے ہو تو شراب پینا چھوڑ دو۔ جو شراب پئے گا وہ لائق حاضری دربار نہ ہوگا۔ یہ سمجھ کر اُنھوں نے بھی شراب پینا چھوڑ دیا۔

اور جب دو پارٹیاں اعلےٰ اور اوسط کے درجہ کے عقلمندوں اور روحانیوں کے اس حکم ممانعت کے حامی اور اس شراب کے مخالف پیدا ہوگئیں۔ تو اس روحانی ڈاکٹر اور ایمانی حکیم نے بار سوم تیسرے اور ادنے درجہ کے لوگوں کے لئے یہ سختی۔ اور تیزی کا متضمن حکم صادر کیا۔ اور صاف فرمایا۔ کہ اے ایمان والو شراب

یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون (مائدہ۔ ع۔ ۱۲)

جوا۔ تھان۔ اور پانسے۔ ناپاک ہیں شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے۔ کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں باہم دشمنی اور کینہ ڈالدے اور تم کو خدا کی یاد سے روک دے داب تو) تم اس سے باز آوگی؟

اس حکم سے تیسری پارٹی کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔ اور اس کے مضار ان کی سمجھ میں بھی آگئے۔ اور سب کے سب اس حکم ممانعت کے حامی بن گئے۔

حضرات۔ اکثر وقتوں اور ملکوں میں لوگوں کے (جنکی اصلاح و ریفارم مدنظر ہوتی ہے۔) **تین طبقات** ہوتے ہیں اعلےٰ۔ اوسط۔ ادنے۔ حکیم روحانی اور رسول لاثانی نے اس عظیم الشان حکم ممانعت شراب میں جسکا عرب اور تمام دنیا سے اٹھانا بڑا مشکل امر تھا۔ ان تینوں طبقات کے لحاظ سے تین دفعہ۔ اوّل نرمی سے۔ پھر اوسط درجہ کی تنبیہہ سے پھر سختی سے کام لیا۔ اور

اس میں تمام دنیا کے ریفارمروں سے بڑھ کر کامیابی کا حصہ لیا۔

اس کامیابی کے لئے ایک حکیمانہ و مصلحانہ پالیسی (مصلحت) آپنے یہ اختیار فرمائی کہ اس شراب کی مقدار قلیل و کثیر سب کو یکساں حرام کردیا۔ حتے کہ بطور دوا بھی اسکے استعمال کرنے کو حرام کردیا۔ تب ہی یہ درجہ کامیابی آپ کو حاصل ہوا۔

قرآن کی آیات ثلثہ مذکورہ بالا میں اطلاق اور عموم لفظ خمر سے اسکی مقدار قلیل و کثیر کو حرام فرمایا۔ اور قرآن کی شرح حدیث میں جو مسلمانوں کے نزدیک وحی خفی و وحی غیر متلو کہلاتی ہے۔ اور وہ واجب العمل ہونے میں قرآن کی مانند ہے۔ صاف تصریح سے فرمادیا کہ جس شراب کا قدر کثیر نشہ پیدا کرے اوس کا قدر قلیل بھی حرام ہے۔

> قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ الترمذی (مشکوۃ ص ۳۰۹)
>
> عن وائل الحضرمی ان طارق بن سوید الجعفی سئال النبی عن الخمر فنہاہ اوکرہ ان یصنعہا فقال انما اصنعہا للدواء فقال انہ لیس بدواء ولکنہ داء (مسلم ص ۱۶۲ جلد ۲)

اور ایک شخص طارق بن سوید نے دوا کے لئے شراب بنانا چاہا۔ تو اسکو بھی آپ نے منع کیا۔ اور آپ نے صاف فرمایا کہ یہ دوا نہیں بلکہ بذات خود داء یعنے مرض ہے۔

اسی حکیمانہ پالیسی کی برکت ہے۔ کہ جسقدر شراب سے مذہب اسلام میں ممانعت اور روک ہے۔ دنیا کے اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اور جسقدر مسلمان اس سے بچتے ہیں دنیا کے کسی مذہب کے لوگ اس سے نہیں بچتے۔

آپ کا اس شراب کی نسبت یہ فرمانا کہ یہ بذات خود بیماری ہے

دوا نہیں ہے۔ یہ سرّ اور فلسفی رکھتا ہے۔ کہ دنیا میں دوا ایسی کوئی نہیں جسکا بدل دوسری دوا نہ ہو۔ پھر اگر باوجود میسر ہونے اسکے بدل کی دوا کے طور پر اسکی اجازت دیجائے گی تو اس سے لوگ فی الجملہ اباحت اور مطلق اجازت نکالکر اسکو عموماً استعمال کرینگے۔ اور ان سب روحانی واخلاقی امراض میں مبتلا ہو جائینگے جن کی نظر سے یہ حرام کی گئی ہے۔

یہی سرّ اور فلسفی اسکے مقدار قلیل کے حرام ہونے کی ہے۔ اگر اسکی ایک قطرہ کی اجازت دیجاتی تو اس سے فی الجملہ اباحت اور مطلق اجازت نکال کر یہ مطلق مباح سمجھی جاتی۔ ؎ بہ نیم بیضہ چو سلطان ظلم روا دارد ٭ زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ ٭

چیف جسٹس سابق الذکر یا اور دنیا کے عقلمند جس ممانعت عام شراب کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ اسلام ہی کے اس حکم سے ہوئی۔ اور ہو سکتی ہے۔ نہ کسی اور مذہب کے حکم سے۔ اور اسوقت جو یورپ وغیرہ میں شراب کی ممانعت و انسداد کے لئے ٹمپرنس سوسائٹیاں قائم ہوئی ہیں۔ وہ بھی اسلام ہی کی تعلیم مذکور کا اثر و فیض و برکت ہے۔ اور جو بہ نسبت سابق اب یوروپ میں شراب کی کمی ہو گئی ہے۔ یہ بھی اسی اسلام کی برکت ہے۔ اگر یوروپ والے ریفارمر اس حکم اسلام کی پوری تقلید اختیار کریں۔ اور اس ام الخبائث کی قدر کثیر و قلیل کو ممنوع قرار دیں۔ اور دوا کے طور پر بھی اسکا استعمال کرنا ناجائز سمجھیں۔ تو پھر دیکھ لیں کہ وہ اس تعلیم محمدی سے کیا نفع اوٹھاتے ہیں۔

یوروپ اور خاصکر انگلینڈ لیورپول وغیرہ میں جو اسوقت اسلام کا ستارہ چمک رہا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند ہو رہا ہے یہ بھی اس تعلیم محمدی کی برکات و آثار سے ہے۔ لورپول کے شیخ الاسلام عبداللہ کوئلیم کو پہلے پہلے میلان اسلام کی طرف اسی وجہ سے ہوا۔ کہ وہ ٹمپرنس سوسائٹی

کے ممبر اور السنداد و ممانعت شراب کے حامی تھے۔ انہوں نے اسلام میں اس شراب کی ممانعت کا حکم ایسا پایا۔ کہ کسی دوسرے مذہب میں ایسا نہ پایا جس سے انکے دل میں اسلام کی عظمت نے گھر بنا لیا۔ پھر اور اسباب ہدایت ومحبت اسلام نے انکے دلمیں اسلام کو جما دیا۔

اس امر کی دلیل کہ جیسے اسلام میں شراب کی ممانعت ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ تاہم ناواقف لوگوں کی آگاہی کے لئے بیان کیا جاتا ہے، کہ گو توریت میں شراب اور شرابیوں کی ممانعت اور مذمت کہیں مطلق اور کہیں بقید قدر نشہ آور اور قید محل دخول بیت المقدس) وارد ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکو بعض انبیاء علیہم السلام حضرت نوح وحضرت لوط کا شراب پینا بھی اسمیں مذکور ہے (دیکھو پیدائش $\frac{9}{21 و 22}$ اور پیدائش $\frac{19}{32}$ وغیرہ) جس نے اس ممانعت ومذمت کی عظمت اور جلالت کو کم کر دیا ہے۔ بلکہ کان لم یکن بنا دیا۔ اور شائد یہی وجہ ہے کہ عہد جدید میں اسکی ممانعت پر زور نہیں دیا گیا۔

انجیل میں تو شراب کی ممانعت صاف طور پر کہیں نہیں آئی۔ بلکہ برعکس اسکے انجیلی مسیح کا دعوت قانائی جلیل میں معجزہ سے شراب بنا دینا پایا جاتا[۱] ہے۔ ہاں انجیل کے حواشی پولوس کے خطوط اول قرنتی اور نامہ طیطس کے اور نامہ طیطاؤس وغیرہ میں شرابی کی مذمت وارد ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے پولوس مسیح کی یہ تعلیم ہے کہ "باہر سے انسان کے پیٹ میں جانے والی کوئی چیز انسان کو ناپاک[۲] نہیں کرتی"۔ اور "پاکوں کے لئے سب کچھ پاک[۳] ہے" جو اس مذمت کے

۱؎ صفحہ ۲۱۴ نمبر ۷ جلد ۱۷۔ اشاعۃ السنہ ملاحظہ ہو۔

۲؎ صفحہ ۲۱۱ نمبر ۷ جلد ۱۷۔ اشاعۃ السنہ ملاحظہ ہو۔

۳؎ نامہ طیطس باب اول آیت ۱۵۔ ملاحظہ ہو۔

شان کو ہلکا کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی مذہب میں اس حکم خطوط پولوس کی تعمیل نہیں ہوئی۔ مقدس پادریوں میں بھی اس شراب کی روک نہیں۔ چہ جائے عوام الناس اور نہیں تو انکے مذہبی شعار عشاء ربانی میں تو شراب ضرور چکھہ لی جاتی ہے[عہ]۔

ہندوؤں اور بدھ کے مذہب میں بھی شراب کی ممانعت ہے۔ مگر نہ اس شد و مد سے اور نہ اس تفصیل و توسیع سے کہ اسکا قدر قلیل بھی حرام۔ دوا کے لئے بھی وہ ناجائز اور اسکے متعلق[لہ] دس آدمی مورد لعنت ہوتے ہیں۔ بنانے والا۔ بیچنے والا۔ پینے والا۔ پلانے والا۔ اٹھا کر لے جانے والا۔ وغیرہ وغیرہ۔

الغرض یہ ممانعت خمر اس توسیع و تعمیم کے ساتھ ایسا حکم ہے کہ اوسکو اسلام ہی کے برکات خاصہ سے شمار کرنا انصاف ہے۔ اور یہ حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بڑی قوی اور روشن دلیل ہے۔

ازانجملہ حکم حرمت خنزیر ہے۔ یہ حکم بھی اوس روحانی حکیم نے اس تاریکی کے وقت میں بالہام الٰہی صادر فرمایا۔ جب کہ اس موذی اور بے غیرت جانور کے گوشت کی جسم انسان اور اخلاق میں بد اثر پیدا کرنے والی برائیاں اہل عرب تو کیطرح رہے۔ دیگر بلاد کے لوگوں پر مخفی تھیں۔

صدور اس حکم سے ایک ہزار سے زائد عرصہ کے بعد یوروپ کے ڈاکٹروں کی تحقیق و تفتیش سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اس جانور کا گوشت انسانی جسم کی صحت کے لئے مضر ہے۔ اسکی ایک انچ میں کئی ہزار کیڑہ ہوتا ہے۔ جو خوردبینوں سے مشاہدہ میں آتا ہے

لہ ایک حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلعم فی الخمر عشرۃ عاصرھا و معتصرھا و شاربھا و حاملھا والمحمولۃ الیہ و ساقیھا وبایعھا و آکل ثمنھا والمشتری لھا والمشترلہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ صفحہ ۲۳۴) ترجمہ آنحضرت نے شراب کے متعلق دس آدمیوں کو لعنت کی ہے انکو نکالنے والا[۱]۔ نکلوانیوالا[۲]۔ پینے والا[۳]۔ اٹھا کر لیجانیوالا[۴]۔ جسکی طرف اٹھا کر لیجادیں[۵]۔ پلانے والا[۶]۔ بیچنے والا[۷]۔ اسکا دام کھانے والا[۸] خریدنے والا[۹]۔ جسکے واسطے خرید کریں[۱۰]۔

عہ صفحہ ۲۱۵ نمبر ۷ جلد ۱۷۔ اشاعت السنہ ملاحظہ ہو

اسی نظر سے یوروپ میں (جہاں ہر ایک مکان کے متعلق اس خبیث جانور کے لئے ایک تہائی جگہ رکھی جاتی ہے) اب خنزیر کا کھانا بھی پہلے کی نسبت کم ہوگیا ہے۔ جیسا کہ شراب کا پینا۔

اُن ڈاکٹروں پر اسکا جسمانی نقصان ظاہر ہوا ہے۔ اور اِسکے روحانی نقصان یہ ہیں کہ یہ جانور ایک درندہ موذی ہے۔ اور نجاسات کھانے اور نجاسات میں آلودہ رہنے والا۔ اور منجملہ عام نر حیوانات کے ایک یہی بڑا بے غیرت ہے۔ اَور حیوانات اپنے مطلوب مادہ پر دوسرے حیوانات کا مقابلہ اور غیرت کرتے ہیں۔ اس غیرت سے خالی ہے تو صرف یہی ایک حیوان ہے۔

اور یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان جیسی غذا کھاتا ہے ویسا ہی اثر اسکے طبیعت اور اخلاق پر پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس جانور کا گوشت کھانے کے عادی ہیں انمیں وہ غیرت نہیں ہوتی۔ جو اُسکے گوشت سے پرہیز کرنیوالوں میں ہوتی ہے۔ انمیں جسقدر زیادہ اسکا گوشت کھانے کے عادی ہیں اوسیقدر اور زیادہ تر بے غیرت ہوتے ہیں۔ ایک کی جورو کو دوسرا ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر خلوت میں لیجائے تو وہ غیرت نہیں کرتا۔

ان جسمانی اور اخلاقی کے اثر کی نظر سے اوس روحانی حکیم نے اس خبیث جانور کو حرام کیا۔ اور اوسکی نسبت یہ حکم آسمانی پہنچایا۔ تو کہدے میں اس وحی (متلو)

قل لا اجد فی ما اوحی الیّ محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس (انعام- ع- ۱۸-)	میں جو میری طرف ہوئی ہے کسی کھانے والے پر کوئی چیز (جنکو تم حرام بنا رہے ہو) حرام نہیں پاتا۔ بجز اسکے کہ مردار ہو (جو ذبح کے بغیر مرجائے) یا خون بہنے والا

یا خنزیر کیونکہ یہ نجس ہے۔

ہرچند خنزیر کی حرمت عہد عتیق کی کتاب احبار $\frac{11}{8،7}$ وغیرہ میں ہو چکی تھی۔ مگر عہد جدید میں وہ حرمت مشتبہ وملتبس ہو کر گویا منسوخ ہو گئی تھی۔ انجیل اسکی حرمت کی تسلیم وتقریر سے ساکت رہی۔ بلکہ اس عام اصول کہ "جو چیز منہ میں جاتی ہر آدمی کو ناپاک نہیں کرتی"۔ (متی $\frac{15}{11}$ وغیرہ) اور اس حکم ناسخ الشریعت سے کہ "شریعت یوحنا تک تھی" (لوقا $\frac{16}{16}$) اسکی اباحت واجازت کی طرف مشعر ہوئی اور اسکے حواشی نامہ ہائے پولوس نے اس توسیع وتعمیم کے ساتھ کہ "پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک ہے۔ پر ناپاکوں اور بے ایمانوں کے لئے کچھ پاک نہیں"۔ (طیطس $\frac{1}{15}$) اس خنزیر کو حلال اور مباح ٹھرایا۔ اور پاک قرار دیا اور اس حکم توریت کے ساتھ اور احکام شریعت توریت کو بھی منسوخ کر دیا۔ (عبرانی $\frac{7}{18-19}$ وگلیتی $\frac{2}{12}$) تو وہ حکم توریت مشتبہ یا منسوخ سمجھا گیا۔ اور یہ خبیث جانور عیسائیوں میں ایسا حلال وطیب قرار پایا جیسے گائے بکری۔ تو آنحضرت خاتم الرسل اور انکی آسمانی کتاب (قرآن) نے (جو پہلی کتابوں پر رقیب اور مہیمن ہونے کا منصب رکھتی ہے۔) اس حکم حرمت کے بیان کا اہتمام کیا۔ اور متعدد مقامات میں اسکی حرمت کو ظاہر فرمایا۔ جسکو اب بہت عیسائیوں نے بھی مان لیا ہے اور اس خبیث جانور کے جسمانی نقصان کا تجربہ ومشاہدہ کر کے اسکی ممانعت میں کوشش کر رہے ہیں۔

از انجملہ حکم حرمت زنا ہے۔ یہ حکم بھی اس روحانی حکیم اور رحمانی طبیب نے اس وقت میں بالہام الٰہی فرمایا۔ جسوقت ملک عرب میں زنا کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ شہوت پرست لوگ اپنے باپ کی منکوحہ (ما) کو بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اور اسکو اپنے باپ کی جائداد سمجھ کر اپنے کام میں لاتے تھے۔

اور دوسرے ملکوں میں بھی زنا کی کثرت تھی۔ اور اس سے روکنے والی کوئی تدبیر کسی کے پاس نہ تھی۔ ایسے وقت میں اس روحانی حکیم یہ حکم آسمانی بھیجایا۔

لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا (بنی اسرائیل - ع ۴ -)

زنا کے نزدیک نہ جاؤ یعنے اوسکے اسباب اور وسایل سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ۔ یہ زنا بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے۔ (جس سے تمدن اور اخلاق اور روحانیت سب کو صدمہ پہنچتا ہے۔)

پھر اس حکم کی تفسیر اور ان اسباب وسائل کی تفصیل میں فرمایا۔

(۱) قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون - وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اباءھن او اباء بعولتھن او ابناءھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نساءھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل

(۱) مومنوں کو کہدے کہ اپنی آنکھونکو (اجنبی عورتون کی نگاہ کرنے سے) بند رکھیں اور (اس ذریعہ سے) اپنی شرمگاہوں کو بچاوین۔ یہ امر اون کی پاکیزگی (کا وسیلہ) ہے۔ خدا کو خبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (اجنبی عورتوں کو دیکھتے ہیں خواہ اور وسایل زنا میں مبتلا ہیں۔) اور مومنہ عورتوں کو (بھی کہدے کہ وہ اپنی آنکھوں کو (اجنبی مردوں کی طرف نگاہ کرنے سے) بند رکھیں۔ اور (اس ذریعہ سے) اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ اور زینت (کا لباس یا محل) کھلا نہ رکھیں۔ مگر جو مجبوراً کھلا رہے (جیسے اوپر کی چادر یا برقعہ۔ یا

الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعًا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون (نور - ع - ۴ -)

کام کرنے کے وقت منہ - یا چلنے کے وقت پاؤں -) اور وہ اپنی اوڑھنیاں (سر سے) اپنے گریبانوں تک لٹکا رکھیں اور اپنی زینت (کا لباس) بجز خاوندوں یا اپنے باپوں یا انکے باپوں یا اپنے بیٹوں یا انکے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا انکے اور ہمشیرہ کے بیٹوں کے یا اپنی دلمت کی (عورتوں) کے یا اپنے زرخریدوں کے یا اون (زنانہ خصال) مردوں کے جو عورتوں کی حاجت نہیں رکھتے - یا ان بچوں کے جو ہنوز عورتوں کے محل شرم اور انکی خاص ڈیوٹی پر اطلاع نہیں رکھتے - کسی پر ظاہر نہ کریں - اور نہ (زمین پر) پاؤں ماریں جس سے انکے پاؤں کی چھپی زینت (خلخال وغیرہ) ظاہر ہو -

(۲) یانساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا - وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی (احزاب - ع - ۴ -)

(۲) اے پیغمبر کی بیویاں تم عام نادان عورتوں کی سی نہیں ہو - تم خدا سے ڈرنے والی ہو تو (اجنبی مرد سے) لچک اور پیار کی بات نہ کرو (اس سے) بیمار دل والے طمع کرینگے اور دستور کے موافق بات کیا کرو - اور گھروں میں ٹھری رہو - نادانی کے زمانہ والوں کی طرح اپنی زینت (اجنبی مردوں) کو نہ دکھاؤ -

(۳) یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین (احزاب ع ۴)

(۳) اے نبی اپنی بیبیوں اور تمام مسلمانوں کی بیبیوں کو کہدو کہ اپنے منہ پر چادریں لٹکالیں - اس سے وہ پہچانی جائیں گی (کہ وہ پردہ نشین

اور عفیف ہیں) اور ان کو بے حرمتی کی تکلیف نہ پہنچیگی۔

(۴) والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحاً فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینة (نور - ع -)	(۴) اور جو بڑھیا عورتیں (خاص ڈیوٹی) سے ہٹ بیٹھی ہوں اور وہ نکاح کی امید نہ رکھتی ہوں۔ اُنپر گناہ نہیں ہے کہ وہ اوپر والی چادر اُتاریں

وہ (بھی) زینت کا (محل یا لباس زیور وغیرہ) ظاہر نہ کریں (کیونکہ بن ٹھن کر زینت و سنگار سے بوڑھیا بھی جوان معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ شدت کے حریصیونکی محل طمع ہوجاتی ہے۔)

اس تفصیل سے بڑھکر ان اسباب و وسایل کی تفصیل اس روحانی حکیم اور ایمانی طبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے جو وحی خفی اور وحی غیر متلو کہلاتی ہے۔ اور وہ بھی بالہام آلہی فرمائی گئی ہے۔

(۱) عن ابی ھریرة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا تتبع النظرة النظرة فان لک الاولی ولیست لک الاخرة (احمد والترمذی)	(۱) ایک حدیث میں سید المحفوظین امام الائمة الطاہرین علی مرتضی کو آپنے فرمایا ہے۔ اے علی ایک نظر کے بعد (جو اتفاقاً کسی عورت پر پڑ جائے)

دوسری نظر (قصد و ارادہ سے) نہ کر کیونکہ پہلی تو (اتفاقی ہونے کی وجہ سے) تیری ہو چکی دوسری تیرا حق نہیں۔

(۲) کان فضل بن عباس ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ینظر الیھا وتنظر الیہ وجعل	(۲) ایک حدیث میں ہے کہ آپنے اپنے اہلبیت کے ایک اور رکن فضل بن عباس کو ایک جوان عورت کیطرف نگاہ کرتے دیکھا۔ تو آپ نے ہاتھ سے

* یہ احادیث مشکوة میں صفحہ ۲۶۰ سے ۲۶۲ تک منقول ہیں

النبی یصرف وجہ الفضل إلی الشق الاٰخر الحدیث (بخاری ص۲۰۵ وغیرہ)	انکا منہ اس طرف سے پھیر کر دوسری طرف کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے

جوان مرد کو جوان عورت کی طرف نظر کرتے دیکھا تو مجھے شیطان کے فتنہ کا خوف پیدا ہوا۔

(۳) عن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذا اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ (احمد وترمذی وابوداؤد)	(۳) ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے ازواج مطہرات ام سلمہ اور میمونہ رضی کو ایک نابینا (ابن ام مکتوم) سے پردہ نہ کرنے اور یہ عذر کرنے پر کہ وہ اندھا ہے یہ فرمایا کہ کیا تم بھی اندھیاں ہو کیا تم اسکو نہیں دیکھتیں۔؟
(۴) عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یبیتن رجل عند امرأۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم (مسلم)	(۴) ایک حدیث میں ہے۔ کوئی مرد کسی عورت کے پاس (تنہائی میں) شب باش نہ ہو۔ بجز اس کے کہ وہ اسکا شوہر ہو یا ذی رحم جو اُسپر حرام کیا گیا ہو۔ (جیسے بھائی وغیرہ)
(۵) عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری مجری الدم (ترمذی)	(۵) ایک حدیث میں ہے ان عورتوں کے گھر میں داخل نہ ہو جنکے خاوند گھر میں نہو کیونکہ شیطان تم میں ایسا چلتا ہے جیسے

بدن میں خون۔

(۶) عن عقبہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی المغیبات	(۶) ایک اور حدیث میں ہے (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو کسی نے

فقال رجل یا رسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت ÷ (بخاری و مسلم)	عرض کیا کہ دیور کا حکم (بھاوج کے پاس جانے کی بابت) فرمائیے آپ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے (یعنے اسکو

تو بھاوج کے ساتھ خلوت کرنا ہلاکت ایمان و اخلاق کا موجب ہے۔ کیونکہ بہاوجوں اور سالیوں سے نادان بے تکلف ہوجاتے ہیں اور فتنہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں)

(۷) عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثہما الشیطان (ترمذی)	(۷) ایک حدیث میں ہے کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت سے خلوت میں نہیں ہوتا۔ مگر ان میں تیسرا شیطان

ہوتا ہے۔

(۸) عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباشر المرأۃ المرأۃ فتنعتہا لزوجہا کانہ ینظر الیہا ÷ (بخاری و مسلم)	(۸) ایک حدیث میں ہے۔ کوئی عورت دوسری عورت کے سامنے اپنا تمام جسم نہ کھولے وہ اسکا حال اپنے خاوند سے بیان کرے گی۔ تو وہ سنکر گویا

اسکو دیکھتا ہوگا۔

(۹) لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی ثوب واحد (مسلم)	(۹) ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے محل ستر کو نہ دیکھے اور ایک عورت دوسری عورت کی سترگاہ کو نہ دیکھے۔ اور نہ وہ ننگے بدن ایک

کپڑے میں سوویں۔

(۱۰) عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عندہا وفی البیت	(۱۰) ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص ہیجڑا نام ہیجڑا ام سلمہ کے بھائی

مخنث فقال لعبد الله بن ابی امیة اخی ام سلمة یا عبد الله ان فتح الله علیکم غدًا الطائف فانی ادلك علی ابنة غیلان فانها تقبل باربع وتدبر بثمان فقال النبی صلی الله علیه وسلم لا یدخلن هؤلاء علیکم (بخاری ومسلم)

عبد اللہ سے کہہ رہا تھا کہ کل کو طائف فتح ہوگا۔ تو میں تجھے ایک عورت غیلان کی بیٹی کا پتہ بتاؤنگا۔ جس کے پیٹ کے چار بل آگے سے نظر آتے ہیں۔ اور آٹھ (دونو جانب کے) پیچھے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ ایسے لوگ تمہارے گھر میں داخل نہ ہوا کریں۔

(۱۱) عن النبی صلی الله علیه وسلم ما من مسلم ینظر الی محاسن امرأة اول امرة ثم یغض بصره الا احدث الله له عبادة یجد حلاوتها (احمد)

(۱۱) ایک حدیث میں ہے۔ کہ جس مرد مسلمان کی کسی عورت کی خوبصورتی پر ایک دفعہ نظر جا پڑے پر وہ اسکو بند کرے یا پھیر لے تو خدا (اسکے بدلے) ایسی عبادت عطا فرمائے گا جس سے وہ حلاوت پائیگا۔

(۱۲) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعن الله الناظر والمنظور الیه (البیهقی)

(۱۲) ایک حدیث میں ہے۔ جو مرد کسی اجنبی عورت کو دیکھے (یعنے اسکے حسن وجمال سے نظر کو نہ بچاوے) یا کوئی عورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھائے تو ان دونو پر لعنت پڑتی ہے۔

(۱۳) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یخلون رجل بامرأة ولا تسافر امرأة الا ومعها محرم (بخاری ومسلم)

(۱۳) ایک حدیث میں ہے۔ کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت سے خلوت کرے اور نہ کوئی عورت بلا (رفاقت) اپنے محرم (مرد) کے سفر کرے۔

(۴۷) العینان زناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناھا البطش والرجل زناھا الخطی والقلب یھوی ویتمنی والفرج یصدق ذلک ویکذبہ (مسلم)

(۴۷) ایک حدیث میں ہے آنکھوں کا زنا اجنبی عورت کو دیکھنا ہے جس سے برا خیال پیدا ہو، کانوں کا زنا اسکی باتیں سننا ہے (جس سے اسکی رغبت پیدا ہو) ہاتھوں کا زنا اوسکو ہاتھ لگانا ہے۔ پاؤں کا زنا اسکی طرف چل کر جانا ہے۔ دل کا زنا یہ ہے کہ وہ اسکی خواہش اور آرزو کرے۔ شرمگاہ ان سب اقسام زنا کو سچا کرتا ہے۔ اگر وقوع میں آگیا۔ یا جھوٹا کرتا ہے اگر وہ ان سب سے تائب ہوگیا۔

صاحبان! ۔ ان سب وسایل واسباب کو روکنا انسداد زنا کے لیئے ایسی لازمی شرط ہے جسکے بغیر انسداد زنا عادۃً محال ہے۔

جوان مرد جوان عورت کی خوبصورتی کو دیکھے۔ اور اس سے پیار ومحبت کی باتیں کرے۔ ہاتھ سے ہاتھ لاوے خلوت میں اسکے پاس جاوے اکیلی کے ساتھ سفر کرے۔ بوسہ وکنار کی نوبت بھی آجائے۔ تو پھر اسکا زنا سے بچ جانا ایسا ہے جیسا شکاری جانور کے آگے شکار کو چھوڑ کر اس سے یہ امید رکھنا کہ وہ اسکو ترس کھاکر چھوڑ دیگا۔ یا شدت کے بھوکے کے منہ میں تر نوالہ ڈالکر یہ خیال کر لینا کہ وہ اوسکو پیٹ کے اندر نہ جانے دیگا۔ یا موم کی بتی کو چراغ کے سامنے رکھنا۔ اور یہ طمع کرنا کہ وہ اسکو نہ پگلائیگا۔

حضرات! ۔ زنا جب واقعہ ہوتا ہے۔ اسکے پہلے یہی وسائل مقدمات پیدا ہوجاتے ہیں۔ تو زنا کی نوبت آجاتی ہے۔

نظر تو ایک سخت بلا وآفت ہے۔ غائبانہ حسن وجمال کی باتیں سننا بھی

فتنہ پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ٭ بسا کیں دولت از گفتار خیزد
در آید جلوہ حسن از رہ گوش ٭ ز جاں آرام بُرباید ز دل ہوش

عورت یا مرد خواہ کیسے ہی عفیف و پاک نظر و صاف دل ہوں۔ وہ جیسے آنکھ اور کان کو غیر محل کی نظر و سماع سے بچانے کے وقت زنا سے مامون ہو سکتے ہیں ویسے اجنبی کے حُسن و جمال کیطرف نگاہ کرنے اور اسکی دل کش باتیں سننے سے مامون نہیں ہو سکتے۔ وہ جیسے اپنی تنہائی میں اس آفت سے بے خوف ہوتے ہیں۔ ویسے اجنبی کے ساتھ خلوت اور سفر کرنے کے وقت بے خوف نہیں ہوتے۔

اسیوجہ سے کہا گیا ہے۔ ؎ مشو بر زن ایمن کہ زن پارسا است ٭ کہ خر بستہ بہ گرچہ دزد آشنا است ٭

یہی وجہ ہے کہ جس قوم میں نظر اور خلوت اور اختلاط اجنبیوں سے بچنے بچانے کی رسم ہے۔ اس قوم میں زنا بہت قلت سے وقوع میں آتا ہے۔ اور جس قوم میں کھلم کھلا دید و شنید اور باہمی خلوت و رفتار و بوس و کنار کی رسم جاری ہے۔ اس قوم میں زنا عیب ہی نہیں رہا۔ بلکہ ایک وصف کمال بن گیا ہو لنکے نزدیک زنا معیوب وہ ہے جو جبر سے ہو۔ اور اسی کی کچھ سزا بھی ہے۔ باہمی رضامندی* سے جو چاہے شوق سے زنا کرے۔ اسکی نہ کچھ پروا ہے نہ سزا۔

* جو لوگ رضامندی طرفین سے زنا کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ اسکے جواز پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ اسمیں کوئی حرج و نقصان نہیں۔ بلکہ جانبین کا فائدہ ہے۔ کہ وہ اپنا دل خوش اور حاجت پوری کر لیتے ہیں۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر انسانی فعل نکاح وغیرہ سے غرض د

۱۳۴۵

لہذا جو ریفارمر زنا کو بند کرنا چاہے اسکا فرض ہے کہ وہ ان سب اسباب و وسائل کو جو مقدمات زنا ہیں بند کرے۔ اور سختی سے روک دے اور اسکے وقوع پر سزا بھی سخت تجویز کرے۔ ان وسائل کو روکنے اور در صورت وقوع اسکے سخت سزا تجویز کرنے کے بغیر زنا کے انسداد کی تمنا اور خیال سودای محال ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۳۲)

مقصود صرف دل کو خوش کرنا۔ اور حاجت پوری کرنا ہوتا تو انسان اور حیوان میں کچھ فرق نہ ہوتا۔ یہ کام تو طبعی طور پر حیوان بھی کرتے ہیں۔ انسان کو اپنی انسانیت اور اپنی انسانی صفات کی (جسکی تشریح اس مضمون میں شروع توضیح میں بصفحہ ۲۵۹ وغیرہ ہو چکی ہے) نظر و لحاظ سے اس نکاح سے مقصود علاوہ حاجت روائی خاص کے یہ ہوتا ہے کہ وہ عورت جس سے وہ حاجت روائی کرتا ہے۔ اس سے مخصوص رہے۔ کوئی دوسرا شخص اس غرض سے اسکی طرف نگاہ نہ کرے۔ اور اس خصوصیت کے تین لوازم یا نتائج ہیں۔ جو زنا کی صورت میں مفقود ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ تمام زندگی میں امور تمدنی میں زوجین ایک دوسرے کو مددگار ہیں۔ دوم یہ کہ بعد مفارقت و موت احد الفریقین ایک دوسرے کا وارث بنے۔ سوم۔ یہ کہ دونو کے فعل (مباشرت) سے جو فریق ثالث (اولاد) پیدا ہو اسکا مربی و کفیل تربیت۔ اوّلاً باپ ہو۔ پھر اسکی وفات کے بعد اسکے ورثا و اقارب۔ اور اسکا مال ہو۔ یہ تینوں لوازم یا نتائج زنا کی صورت میں کسی خاص معاہدہ یا التزام سے وقوع میں آ بھی جائیں تو انکا اعتبار نہیں۔ کیونکہ کوئی ملکی یا مذہبی قانون ایسا نہیں ہے جو انکو لازم کردے۔ اور ہر ایک زانی پر اسکی مزنیہ اور اولاد کے یہ دائمی حقوق قائم کردے۔ زانی زنا کرکے عورت مزنیہ سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ نہیں

بقیہ حاشیہ بر صفحہ (۳۲۶)

اسی وجہ سے اور ان ہی عواقب ونتائج کی نظر سے اس روحانی حکیم نے زنا کے اسباب ووسائل مذکورہ بالا کو بند کیا۔ اور سختی سے روک دیا۔ اور اسکے وقوع پر اس سزا کو تجویز کیا کہ جو مرد یا عورت اپنا جوڑہ موجود ہونے کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو وہ جان سے مارڈالا جائے۔ اور جو مرد مجرد یا رنڈوا یا عورت رانڈ یا بے شوہر ہونے کی حالت میں مرتکب زنا ہو اسکو سو درہ (کوڑے) مارے جاویں جسکا نتیجہ یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جس ملک میں یا قوم اہل اسلام میں یہ اسلامی احکام

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۳۵)

جانتے کہ وہ عورت کہاں ہے۔ اور اسکے پیٹ میں انکا نطفہ قرار پایا ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ قرار پایا۔ اور وجود میں آیا تو اوسکا مربی وکفیل کون ہے۔ جس سے انواع مظالم اور تمدنی واخلاقی روحانی حرج ونقصانات پیدا ہوتے ہیں۔

اس اصول واغراض نکاح سے یہ بھی واضح اور ثابت ہوگیا۔ کہ جو لوگ رسم معہود کے برخلاف خفیہ یا کچھ وقت کے لئے نکاح یا تن بخشی کرالیتے ہیں وہ بھی نکاح نہیں۔ بلکہ زنا ہے جو چھپی دوستی میں داخل ہے۔ جس سے آیات "ولا متخذی اخدان" "ولا متخذات اخدان" میں ممانعت وارد ہے کیونکہ وہ لوازم نکاح سے معرا ہے اور یہ قاعدہ کل عقلا کا مسلم ہے الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنے جب کوئی چیز وجود پذیر ہوتی ہے تو وہ اپنے لوازم کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے۔ کوئی چیز بدون لوازم وجود پذیر نہیں ہوتی*

حاشیہ متعلقہ صفحہ (۳۳۶)

سلہ شائد بعض زنا کو برا جاننے والے بھی اس سزا کو بے رحمی کی سزا اور قدر واجبی سے زائد خیال کریں۔

انکے خیال کا جواب یہ ہے کہ زنا کے بدلے جان سے مار دینا بے رحمی نہیں بلکہ عین رحم ہے۔ زنا سے کئی خون ہوتے ہیں۔ جو عورتیں علانیہ زنا نہیں بلکہ خفیہ کراتی ہیں وہ بہت سے حمل ساقط کراتی ہیں۔ اور جنکا یہ زنا پنہان مقرر ہے۔ وہ

جاری ہیں جیسے افغانستان وغیرہ اسلامی حکومتیں۔ اسمیں زنا بہت ہی قلت کے ساتھ وقوع میں آتا ہے۔ اور جہاں یہ احکام جاری نہیں وہاں زنا کی وہ کثرت ہے کہ اسکے مقابلہ میں زنا سے بچنا ایسا عیب سمجھا جاتا ہے۔ جیسے مرد کیلئے ہیجڑا ہونا وہاں نکاح کرنے والے معمولی ہیز بنڈ (خصم) کہلاتے ہیں۔ اور زنا کرنے والے سوئیٹ ہیز بنڈ یعنے میٹھے اور پیارے خصم وہاں لایق وفایق ممتاز وہی عورت سمجھی جاتی ہے جسکے بہت سے سوئیٹ ہیز بنڈ (پیارے یار) ہوں۔*

یہ حکم بھی ہے اس توسیع واہتمام سد وسائل کے ساتھ اسلام ہی کا خاصہ ہے اور حسن معاشرت اور انتظام تمدن و استحکام اخلاق کے لئے اس حکم کو تجویز کرنا نبوت محمدیہ کے اعلےٰ وروشن اعلام سے ہے۔ ہر چند اور مذاہب یہودیت ونصرانیت وغیرہ میں بھی زنا سے منع کیا گیا ہے۔ مگر جو وسیع اہتمام اس کے وسائل واسباب کے روکنے لئے اسلام نے کیا ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

توریت میں کتاب خروج و استثنا کے احکام عشرہ میں زنا کی ممانعت وارد ہے۔ اور کتاب امثال باب ۶۔ آیت ۲۴ و ۲۵ وغیرہ میں آنکھ کان بچانے کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور زنا کی سزا قتل بھی اسمیں وارد ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶) کثرت زنا سے اس لائق نہیں رہتیں کہ انکے رحم میں استقرار حمل ہو۔ اور اس طور سے وہ ہزاروں جانیں تلف کرتی ہیں۔

لہذا ایک زانی کو (اگر وہ صاحب زوج ہو کر زنا کرے) جان سے مار دینا ہزاروں جانوں کو تلف ہونے سے بچانا ہے۔ پھر وہ بے رحمی ہوئی۔ یا عین رحم۔ انصاف کرو۔!*

مگر اس تفصیل و تشریح سے سد وسائل و اسباب اسمیں کہاں ہے۔ جو قرآن اور حدیث میں پایا جاتا ہے۔

انجیل میں نظر سے منع تو کیا گیا ہے۔ مگر اس قید کے ساتھ کہ وہ شہوت سے ہو۔ چنانچہ متی باب ۵۔ آیت ۲۷۔ میں ہے تم سُن چکے ہو اگلوں سے کیا گیا تو زنا مگر۔ ۲۸ میں تم کو کہتا ہوں کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اسکے ساتھ زنا کر چکا۔

اس قید شہوت سے وسائل زنا کو روک نہ ہوئی بلکہ ایسی اجازت عام نکل آئی کہ جو بدنیت چاہے نیک نیتی کے بہانہ سے بیگانی عورتوں کو دیکھے اور زنا کا مرتکب ہو۔

اور پولوس اور پطرس حواری نے تو نیک نیتی سے بوسہ کی بھی اجازت دیدی ہے۔ چنانچہ خط رومیوں کے باب ۱۶۔ آیت ۱۶۔ اوّل قرنتیوں کے باب ۱۶۔ آیت ۲۰۔ اور دوم قرنتیوں کی باب ۱۳۔ آیت ۱۲۔ اور نامہ اوّل پطرس کے باب ۵۔ آیت ۱۴۔ میں صاف اجازت و ہدایت ہے کہ تم آپس میں پاک بوسہ لیکے اور محبت کا بوسہ لیکر ایک دوسرے کو سلام کرو۔

اور اس حکم پر عیسائیوں کے زن و مرد کا شرقاً و غرباً عمل ہے۔ اور اجنبی مرد و عورتوں میں بوسہ کی رسم جاری ہے۔

اب حاضرین و سامعین اس حکم کا اس حکم قرآن و حدیث سے کہ اپنی نگاہوں کو غیر محل سے بند رکھیں۔ اور ایک نظر اتفاقی بعد دوسری نظر نہ کریں۔ موازنہ کرکے داد انصاف دیں۔ اور کہیں احتیاط اور سد باب زنا کس حکم میں پایا جاتا ہے اس سوال کا جواب امید ہے یہی ملیگا کہ اسلام کے حکم مذکور میں۔

اس مقام میں افسوس کے ساتھ ان بعض مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں کا

ذکر کیا جاتا ہے جو انگلینڈ سے ہو کر آتے ہیں یا انگلینڈ کے حالات سُنکر اسکی تقلید اختیار کر کے اسلام کی موجودہ تعلیم مذکور اور پردہ سسٹم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اپنی پردہ نشین بیبیوں کا پردہ اٹھا کر انکو کُھلے منہ بگھی میں بٹھا کر ہوا خوری کو لے نکلتے ہیں۔ وہ اس حکم کے فلاسفی کو جو بیان ہوئی غور و انصاف کی نگاہوں سے دیکھیں اور اپنے خیال کو واپس لیں۔ اور اگر انکے اونچے مکانوں کی کھڑکیوں کے رستہ سے تازہ ہوا پہنچنے کی بابت یوروپ سے ممانعت کا حکم آچکا ہے اور انکو ہوا خواری کے لئے بیبیوں کو باہر لیجانا ناگزیر ہے۔ تو وہ آبادی کی حدود تک گاڑیوں کی کھڑکیاں بند رکھا کریں۔ پھر میدان غیر آباد میں جا کر کھڑکیاں کھولکر انکو تازہ ہوا کھلاویں۔

انکے مقابلہ میں بعض جنٹلمین ہند و تعریف کے ساتھ لائق ذکر ہیں جو مغربی تعلیم میں ترقی کرتے ہیں۔ اور اعلے عہدوں اور مرتبوں کو پہنچتے ہیں تو اپنی مستورات کو اپنی رسم قدیم بے پردگی کے برخلاف پردہ میں بٹھاتے ہیں۔ اور اس رسم میں حکم اسلام کے پیروی کرتے ہیں۔

صاحبان اس حکم نظر و خلوت سے جو محرم مردوں بھائی وغیرہ کو اسلام نے مستثنے کیا ہے تو اس کی وجہ یا (فلاسفی)، یہ ہے کہ بُرا خیال اور نفسانی طمع اسی عورت کی نسبت مرد کے دل میں یا برعکس پیدا ہوتے ہیں جسکا جائز طور پر نکاح میں آجانا ممکن ہوتا اور کبھی اسکے خیال میں آتا ہے۔ اور جہاں جائز نکاح کا خیال تک نہیں آتا۔ بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ عورت یا مرد کبھی نکاح میں نہ آئیں گے۔ وہاں وہ یقین اس خیال اور نفسانی طمع سے مانع ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ اسلام نے اور ایسا ہی اور مذاہب دنیا نے ماں بہن کو نکاح میں لانا ممنوع قرار دیا ہے۔ لہذا کسی کے (جو کوئی مذہب رکھتا ہو) دل میں ماں بہن

کی نسبت بُرا خیال نہیں گذرتا۔ اسیوجہ سے انکی نظر و خلوت سے منع نہیں کیا گیا اور اوسکو جائز اور اس عام حکم ممانعت سے مستثنےٰ قرار دیا گیا ہے۔

غیر سن رسیدہ کی عورتوں سے اور ہیجڑوں سے (باوجودیکہ وہ بذات خود محل فتنہ نہیں ہوتے) کیوں پردہ و احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔

صاحبان ! ۔ اسکی فلاسفی یہ ہے۔ کہ وہ ان ہدایات و احکام اسلام سے واقف نہیں ہوتیں۔ اور نہ ان اخلاق سے جو اسلام نے سکھائے ہیں متخلق ہوتی ہیں۔ لہذا وہ عفیف اور شریف عورتوں کی مواضع زینت کو دیکھیں گے تو ان کی حکائت اجنبی مردوں کے پاس کرینگے۔ اور اجنبی مردوں کے ناجائز حالات ان اشراف عورتوں کے پاس پہنچائینگے۔ اور یہ امر موجب فتنہ اور فساد ہو گا۔ اس احتیاطی حکم اسلام سے ثابت و مفہوم ہوتا ہے کہ فاسقہ و بدکار عورتیں گو مسلمان کہلاویں جیسے بازار نشین کسبیاں۔ و خانگیاں ان سے بھی شریف عورتوں کو پردہ کرنا مناسب ہے۔

تمثیلات قسم اوّل سے یہی تین مثالیں کافی ہیں۔ حاضرین سامعین ان ہی تمثیلات پر بقیہ احکام قسم اوّل کو قیاس کر سکتے ہیں۔ اور یقیناً جا نسکتے ہیں کہ جملہ احکام اسلام جو قسم اوّل سے ہیں اسطور پر اپنے اندر اسرار و فلاسفے رکھتے ہیں۔

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام میں جسقدر احکام قسم اوّل جوڈیشل (دیوانی فوجداری)، پولیٹکل (متعلق انتظام و سیاست ملکی)، مارل (اخلاقی)، وغیرہ فرمائے گئے ہیں۔ اور از انجملہ بعض احکام بطور تمثیل اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے نمبر ۸ و ۹ میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب اسیطرح کے اسرار رکھتے ہیں جو چاہے وقتاً فوقتاً دریافت و سوال کرے اور اسکا جواب لے۔

تمثیلات حصّہ دوم قسم دوم

اب ہم بعض تمثیلات حصّہ دوم قسم دوم بیان کرتے ہیں جنکو خاتم الرسلؐ والبشر نے قبل از وقوع بیان فرمایا۔ اور بعد الوقوع انکو موافق بیان وارشاد آنحضرتؐ کے لوگوں نے دیکھ لیا۔ اور بعض کو ابتک دیکھا جاتا ہے۔

از انجملہ ایک یہ مثال (جسکو ابتک دیکھا جاتا ہے۔ اور اب بھی اُسکا تجربہ ہورہا ہے۔ آپ کا بالہام الٰہی نمبر ۲۳ وغیرہ پڑہکر فرمانا ہے۔ کہ آدمی اور جن سب ملکر قرآن کی مثل نہ بناسکینگے۔ جسکی تفصیل سابق میں بصفحہ ۳ ہوچکی ہے۔ اور اسیوجہ سے اسمقام اس تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

وازانجملہ آنحضرت کا حفاظت قرآن کی نسبت یہ پیشگوئی کرنا۔ اور خداتعالےٰ کی طرف سے یہ کہنا کہ ہم نے قرآن اتارا۔ اور ہم ہی اسکے محافظ

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (حجر۔ ع ۱)

ونگہبان ہیں۔ اسکی تصدیق بھی کس وناکس کو ہوچکی ہے۔ اور اب بھی ہوسکتی ہے۔ اور یہ پیشگوئی تجربہ ومشاہدہ آچکی ہے۔ اسلام میں یہود ونصارے کی طرح متعدد فرقے اور مختلف ہوا نفس اور خواہشیں پیدا ہوگئی ہیں۔ مگر قرآن کے ایک لفظ یا شوشہ کو کوئی بدل نہیں سکا۔ یہ لاکھوں سینوں میں محفوظ ہے اور بے شمار صحیفوں میں بغیر کمی بیشی کے مسطور ہے۔

اسکے مقابلہ میں دوسرے مذاہب یہود ونصارے کی کتابیں محفوظ نظر نہیں آتیں۔ اور دنیا بھر میں پائی نہیں جاتیں۔ اس امر کی تفصیل بھی ہمارے مضمون "عصمت انبیاء" میں صنہ ۲۰ وغیرہ نمبر ۷ جلد ۱۷ میں ہوچکی ہے۔ لہذا اسمقام میں اس تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

(۳۱) وازانجملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی نسبت (ایسی حالت قلت سازوسامان و انصار و اعوان میں جبکی نظر سے فتح مکہ کا گمان نہو سکتا تھا) پیشگوئی کرنا۔ اور خدا تعالے کا یہ

انا فتحنا لك فتحا مبينا در فتح ع-۱

فرمان پہنچا ہے تا کہ "ہمنے تجھے کھلی فتح دیدی"۔

صاحبان!۔ یہ پیشگوئی آپ نے ایسے وقت میں کی کہ آپ بڑی قلت اور دشمنوں کی نظر میں بری مذلت کی حالت میں تھے۔ آپ کُل پندرہ سو آدمیوں کی جمعیت سے مدینہ سے کعبہ کی زیارت کو نکلے۔ کفار قریش (جن کے ساتھ بہت سے قبایل عرب بنی قارہ بنی لیس وغیرہ شامل ہو گئے تھے۔ اور وہ شمار میں اس کثرت کو پہنچے ہوئے تھے۔ کہ اس کثرت کے بھروسے بے فکر ہو کر اپنی بیویاں بچے بھی ساتھ لے کر نکلے تھے۔) بمقام حدیبیہ (جو مکہ کے قریب تھا۔) آکر آپ کو زیارت کعبے سے مانع ہوئے۔ اور بصورت نہ رُکنے کے جنگ کو مستعد ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسوقت اُن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور کفار مکہ کی اس جابرانہ شرط پر کہ آپ زیارت کعبہ اس سال نہ کریں۔ سال آئندہ کو کریں۔ اور ایسی ہی اور شرطوں پر جنمیں بظاہر مسلمانوں کی ہیٹی اور صریح اہانت ہوتی تھی مصالحت پر راضی ہو گئے۔ حضرت عمر جیسے جری اور تیز اصحاب مودبانہ یہ عرض کرنے لگے۔ کہ ہم اپنے دین کی کیوں ہیٹی کراویں۔ اور کیوں اپنی جانوں کو دین پر قربان نہ کریں۔ مگر آنحضرت نے اُسوقت صلح ہی کرنیکو مصلحت سمجھا۔ اور کفار کی اُن جابرانہ شروط کو مان لیا۔ اور حضرت عمر کو فرمایا کہ "تم جانتے ہو میں خدا کا رسول ہوں۔ میں اسکا گناہ نہیں کرتا" (یعنے اس صلح کو قبول کرنے میں اور ان شروط کو مان لینے میں) جس پر حضرت عمر کو بھی اپنی اس جرأت پر افسوس ہوا۔ اور اُنہوں نے اس جرأت کے کفارہ میں کئی اعمال

صالحہ کئے ۔ ایسی قلت اور دشمنوں کی نظروں میں مذلت کے وقت میں آپ نے وہ پیشگوئی کی ۔ جو فتح مکہ کے سال پورے ہوئے ۔ جب آپ نے انہی اقوام کے مقابلہ میں بارہ ہزار کی جمعیت سے چڑھائی کی ۔ اور بحسب شہادت پیشگوئی مذکور فتح پائی ۔ یہ حالات صحیح بخاری کے صفحہ ۲۸۸ ۔ ۵۹۸ ۔ ۶۰۰ ۔ ۶۱۲ وغیرہ میں اور دیگر کتب تواریخ میں بیان ہوئے ہیں ۔

اقوام غیر کے لوگ ان تفاصیل کو نہ مانیں ۔ تو اس قدر کے تسلیم کرنے میں انکو بھی شک و انکار کی گنجائش نہیں ہے ۔ کہ آنحضرت قلت و ضعف کے سبب مکہ سے نکالے گئے تھے ۔ پھر اسی حالت قلت و غربت و ہجرت میں آپنے یہ پیشگوئی کی ۔ اور اسکے مطابق مکہ پر فتح پائی ۔

اسقدر کی اقوام غیر کی کتب تواریخ بھی تصدیق کرتی ہیں ۔ اور انکو اس سے شک و انکار کی اجازت نہیں دیتیں ۔

(۴) از انجملہ آنحضرت کا روم کی فارس پر چند سال کے بعد غالب ہونے کی پیشگوئی کرنا ہے ۔ اور بالہام الٰہی فرمانا ۔ کہ (اب تو) رومی فارس کے مقابلہ میں مغلوب ہو گئے ہیں ۔ مگر چند ہی سال کے بعد (جن کی میعاد تین سے نو تک ہے ۔) وہ ان پر غالب آئیں گے ۔

> غلبت الروم فی ادنی الارض وھو من بعد غلبھم سیغلبون
> (روم ۔ ع ۱)

صاحبان ! ۔ یہ پیشگوئی بھی آنحضرت نے ایسے وقت میں کی تھی جبکہ فارس نے روم پر کر و فر شان و شوکت سے فتح پائی تھی ۔ اور اسوقت کوئی دلیل اور نشانی اس امر کی کہ روم کو سات سال کے عرصے میں فارس پر فتح نصیب ہوگی ۔ بجز الہام الٰہی آپ کے پاس نہ تھی ۔ اور نہ اس زمانے میں ایک

ملک کے پولٹیکل اندرونی حالات دوسرے دور دراز کے ملکوں میں پہنچنے کے وسایل (اخبارات ٹیلیگراف ڈاک وغیرہ) موجود تھے جواب موجود ہیں۔ اور نہ آنحضرت اور آپ کے جماعت اصحاب واحباب اس قسم کا علم ومعلومات رکھتے تھے۔ جن کی نظر سے کوئی کہہ سکے۔ کہ آپ نے اندرونی حالات دونو سلطنتوں سے قیاس اور اندازہ کرکے یہ پیشگوئی کی تھی۔ جسکی میعاد بھی نو سال تک مقرر کردی تھی۔

یہ پیشگوئی آپ نے محض الہام الٰہی سے کی۔ اور اس پیشگوئی کے ساتویں سال روم کو فارس پر فتح نصیب ہوئی۔

جس دن روم کو شکست اور فارس کو فتح ہوئی تھی اس دن مکّہ کے مشرکوں نے جو فارسی مجوسیوں کی بت پرستی میں شریک اور بھائی تھے۔ بڑی خوشی منائی اور مسلمانوں کو یہ بات کہی کہ آج ہمارے بھائیوں بت پرست فارسیوں کو رومیوں پر جو تمہارے اہل کتاب بھائی ہیں فتح حاصل ہوئے کل کو تم لوگ ہم سے لڑو گے تو ہم بھی تم پر فتح اور غلبہ پائینگے۔ ان کی یہ باتیں سُنکر مسلمانوں کو بڑا رنج وافسوس ہوا۔ جسپر قرآن کی اس آئت کا نزول ہوا۔

قرآن کی یہ پیشگوئی سُنکر حضرت ابوبکر نکلے اور کفار قریش کو بولے۔ کہ تم خوشیاں نہ مناؤ۔ خدا کی قسم ہے رومی فارسیوں پر غالب ہوجائینگے۔ ہمارے نبی نے ہم کو اس امر کی بشارت دیدی ہے۔

اُبی بن خلف رئیس المشرکین بولا تم (اے ابوبکر) جھوٹ کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا تو (اے دشمن خدا) جھوٹا ہے۔ اس نے کہا اے ابوبکر تو ایک میعاد مقرر کردے میں اُسپر شرط لگاونگا۔ آپ نے لفظ بضع (چند) کی ادنے حد کی نظر سے تین سال کی میعاد مقرر کردی۔ اور جھوٹے سے دس اونٹ لے لینے کی شرط مان لی۔ پھر

جب آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ عرض کی تو آپ نے اس
خیال سے کہ لفظ بضع کا اطلاق (عرب میں) تین سے نو تک ہوتا ہے۔ (و بقول
اصمعی دس تک) حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ آپ جائیں اور میعاد کو بڑہائیں۔ اور
اس کے ساتھ شرط اونٹ کی بھی زیادہ کردیں۔ آپ گئے اور زیادتی میعاد کے
خواستگار ہوئے۔ تو ابی بن خلف بولا کہ اَب تو دعوے سے پچتایا ہے۔ آپ نے
کہا میں اپنے دعوے سے نہیں پچتایا۔ میں صرف میعاد زیادہ کرنا چاہتا ہوں
پس آپ نے میعاد نو سال تک اور بقول بعض سات سال تک مقرر کی۔ اور
اونٹ شرط کے سو تک بڑہا دئے۔ پھر جب ساتواں سال ہوا۔ تو روم نے فارس
پر غلبہ پایا۔ اس عرصے میں ابی بن خلف فوت ہوچکا تھا۔ مگر حضرت ابو بکر نے
شرط کے سو اونٹ اسکے وارثوں سے لے لئے۔ آنحضرت نے انکو یہ حکم دیا۔ کہ وہ
ان اونٹوں کو خیرات کردیں۔ یعنے اپنے کام میں نہ لاویں۔ جسکی وجہ علمائے
اسلام یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک قسم کے قمار سے حاصل ہوئے تھے۔ گو اسوقت
قمار کی صریح ممانعت نہ ہوئی تھی۔ یہ حالات اسلامی تفاسیر تفسیر معالم التنزیل میں
اور تفسیر بیضاوی میں بصفحہ ۵۲ ا جلد ۲ ہے۔ اور تفسیر کشاف میں بصفحہ ۱۰۸۷ جلد ۲
بیان ہوئے ہیں۔ اور کتب حدیث تاریخ بخاری اور افراد دارقطنی۔ اور دلائل
النبوۃ ابی نعیم۔ اور شعب الایمان بیہقی میں۔ اور جامع ترمذی میں بصفحہ ۶۸ ا جلد ۲+

والآیۃ من دلائل النبوۃ لانہا اخبار عن الغیب۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۱۵۲ جلد ۲۔)	بیضاوی میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت کی نبوت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں غیب سے خبر دینا پایا جاتا ہے۔
وھذہ الآیۃ من الآیات البینۃ الشاھدۃ علی صحۃ النبوۃ وان القران	کشاف میں ہے یہ آیت آنحضرت کی نبوت پر صاف گواہ ہے۔ اور اسپر کہ

من عند الله لا نها انباء عن الغيب الذی لا یعلمه الا الله (کشاف صفحہ ۱۰۸۰- جلد ۲-)	قرآن خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اس میں علم غیب کی خبر پائی جاتی ہے جسکو بجز خدا کوئی نہیں جانتا۔

ان تفاصیل کو بھی اقوام غیر کے لوگ نہ مانیں۔ تو اس قدر انکو ضرور ماننا پڑے گا کہ قرآن میں ایسے وقت میں جبکہ رومی مغلوب تھے چند سال کی میعاد کے اندر جو نو سے متجاوز نہ ہو۔ ان کے غالب ہونے کی خبر دی۔ اور وہ میعاد کے اندر پوری ہو گئی۔

اگر وہ میعاد کے اندر پوری نہ ہوتی۔ تو قرآن کے مخالف جو کثرت سے تھے اسکی شہرت کرتے۔ اور وہ تواریخ مخالفین میں منقول ہوتی۔ کسی مخالف نے اسکے برخلاف عدم وقوع کا دعوی نہیں کیا۔ تو گویا ان سب نے اس پیشگوئی کا اپنے وقت پر وقوع مان لیا۔

اس پیشگوئی کے متعلق ایک یہ امر لائق ذکر و بیان ہے۔ کہ قرآن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کی وہ خاص میعاد سات سال کی جس میں وہ وقعہ ہوئی۔ کیوں مقرر و معین نفرمائی جس سے پورا اعجاز متصور تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سات سال کی میعاد دور کی میعاد تھی۔ اسکو ایسے لفظ بضع (چند) سے تعبیر کیا جس سے سچے طور پر اسکے قریب ہونے کا خیال بھی پیدا ہوتا تھا۔ اور ایک امر بعید کو قریب بتانے سے دوستوں کو امید اور دشمنوں کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ تین برس کے بعد دوستوں مسلمانوں کو امید خوشی شروع ہو گئی۔ کہ اب روم کو فتح ہوتی ہے۔ اور دشمنوں کو خوف و فکر ہو گیا۔ کہ دیکھئے ہم آج جھوٹے ہوتے ہیں یا کل ہوتے ہیں۔ سات سال پہلے سے مقرر کئے جاتے تو مسلمان دوست درازی مدت سے متفکر ہوتے۔ کہ دیکھئے کب سات برس گذرتے ہیں۔ اور وہ دن (فتح کے)

نظر آتے ہیں۔ اور کافر بے فکر ہو جاتے۔ کہ سات برس تو دور ہیں۔ ایک رات کا فاصلہ ہو۔ تو بھی بلا سے نہ ڈرنا چاہیئے۔ ؎ مترس از بلا کہ شب درمیان است ٭
لہٰذا سات برس کی میعاد خاص نہ بتائی گئی۔ بلکہ لفظ بضع بول کر ایسے طور سے میعاد بتائی گئی۔ جسکی تین برس کے بعد ہر وقت دوستوں کو توقع اور دشمنوں کو خوف رہے۔ لفظ بضع کے سوا اگر عرب میں کوئی ایسا لفظ ہوتا۔ جسکا اطلاق تین سے سات تک ہوتا تو وہی لفظ اختیار کیا جاتا۔ جس سے اور بھی قرب مفہوم ہوتا۔ مگر ایسا لفظ اور کوئی نہ تھا۔

یہ وجہ اسلامی تفسیروں فتح البیان و تفسیر کبیر وغیرہ میں بیان کی ہے۔ اور تفسیر کبیر میں ایک یہ وجہ بھی بیان کی ہے۔ کہ مدت خاص معین کرنے میں احتمال تھا کہ مخالفین اس واقعہ کے وقت وقوع میں اختلاف ڈال دیتے۔ اور اسکی نسبت جھوٹی خبریں مشتہر کر دیتے۔ اور دور کی خبروں کی نسبت انکا ایسا کرنا ممکن تھا کسی واقعہ کے وقوع کے بعد جس کی خاص میعاد نہ بتائی جائے، کسی مخالف کو بھی انکار اور شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

(۵) واز انجملہ۔ آپ کی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ اور یہ بات فرما دی ہے۔ کہ خدا تجھے لوگوں سے بچائیگا | واللہ یعصمک من الناس (مائدہ۔ ع ۱۰) | یعنے کوئی دشمن آپ کی جان کو نقصان نہ پہنچائے گا۔

آنحضرت اوائل میں اپنی حفاظت کے لئے پہرہ رکھوایا کرتے۔ جیسے اسوقت کے سلاطین باڈی گارڈ (حفاظت جان کا پہرہ) رکھواتے ہیں جب یہ آیت اتری تو آپ نے پہرہ اٹھوا دیا۔ اور صاف فرمایا کہ اب اللہ تعالےٰ نے میری حفاظت کو اپنے ذمے لے لیا۔ یہ حال جامع ترمذی کی کتاب التفسیر میں بصفحہ ۱۴۶

جلد ۲ بیان ہوا ہے۔ اور ایسا ہی تفاسیر اسلام معالم تفسیر کبیر بیضاوی وغیرہ میں ہی اور اسکی تصدیق آنحضرت کے زمانہ میں کئی دفعہ ہو چکی ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت اپنے ایک سفر میں اپنے اصحاب سے علیحدہ ہو کر ایک درخت کے نیچے سوئے تھے۔ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک مشہور بڑا بہادر جنگلی (دعثور نام) تلوار کھینچے ہوئے آپ کے سامنے کھڑا۔ اور یہ کہہ رہا ہے۔ کہ بتا تجھے مجھ سے کون بچاویگا۔ آپ نے فرمایا **اللہ**۔ اس کہنے پر اُسکے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور آپ نے اٹھالی۔ اور اس سے پوچھا بتا اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی نہیں۔ تب آنحضرت نے اس سے ورگذر کیا۔ اور یہ امر اس شخص کے اسلام کا باعث ہوا۔ وصاف بول اٹھا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ

ایک دفعہ آنحضرت کو خیبر کے یہودیوں نے بکری کے گوشت میں زہر ڈالکر کھلادی جس سے آپ کے ساتھی بشر بنی براء شہید ہو گئے۔ پر آپ کی جان خداتعالے نے بچالی۔

یہ حالات اور ایسے ہی اور بہت سے حالات صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں منقول ہیں۔ اور بعض اشاعۃ السنہ جلد دوم کے نمبر ۱۱ میں بھی بتفصیل مرقوم ہیں۔ طالب تفصیل ان کتابونکو ملاحظہ کریں۔

قرآن مجید میں اس قسم کی پیشگویاں اور بہت ہیں۔ مگر بنظر اختصار ان ہی پانچ کی نقل و بیان پر اکتفا کیا گیا۔

کتب احادیث میں اس قسم کے واقعات جن کی نسبت آنحضرت نے پیشگوئیاں کیں۔ اور وہ آنحضرت کے زمانے میں اور اس کے بعد آپ کے ارشاد کے موافق وقوع میں آگئیں۔ بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ ازانجملہ

سولہ واقعات کی تفصیل اس اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۲ میں دیکھو۔ ۵ ؁

؁ اس مقام میں ان واقعات کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) جسدن حبشہ (ابی سینیا) کا بادشاہ حبشہ میں فوت ہوا۔ اسیدن آنحضرت نے اسکے فوت ہونے کی خبر دی اور اسپر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ (باوجودیکہ حبشہ سے مدینہ میں ایک دن کے اندر خبر پہنچنے کی کوئی سبیل (تار برقی وغیرہ) ان دنوں موجود نہ تھی۔ اور اس خبر کی انہی دنوں میں تصدیق ہوگئی۔

(۲) کفار مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقرباء بنی ہاشم و بنی مطلب سے لین دین وغیرہ معاملات ترک کرنے کا باہم معاہدہ کیا۔ اور اس مضمون کا ایک وثیقہ لکھکر کعبہ کے اندر چھت میں لٹکا دیا۔ اور تین سال اسپر عملدرآمد رہا۔ بنی ہاشم و بنی مطلب کعبہ چھوڑکر ایک میدان میں جابسے۔ آخر خدا تعالے نے اس وثیقہ پر ایک کیڑا مسلط کیا۔ جو اسکے سب جور وجفا و ناروا باتوں کو چاٹ گیا۔ صرف خدا کے نام کو اسمیں رہنے دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بالہام الٰہی اسپر اطلاع پائی۔ اور اس حال کی اپنے چچا ابو طالب کو خبر دی۔ ابو طالب نے کفار قریش سے یہ شرط مانکر کہ اگر یہ خبر جھوٹی نکلے۔ تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کردونگا۔ وہ وثیقہ کھلواکر دیکھا۔ تو اسکو ویسا ہی پایا۔ جس پر قوم قریش نادم ہوئے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب اپنے مکہ کے گھروں میں آبسے۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہا۔ کہ اگر تو زندہ رہا تو دیکھے گا۔ کہ اکیلی عورت حیرہ سے (کوفہ کے قریب تھا) کعبہ تک چلی جائے گی۔ جو بجز خدا کسی سے نہ ڈرے گی۔ عدی نے اسوقت دل میں کہا کہ بنی طے کے ڈاکو و بدمعاش کہاں چلے جائینگے۔ پھر اس خبر کا وقوع بچشم خود دیکھ لیا۔ اور اسکو تصدیق کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۵۰)

صاحبان! - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کے واقعات کے متعلق جنکو انسان اپنی عقل اور حواس وغیرہ معمولی اسباب سے پہنچ نہیں سکتا - صدہا پیشگویاں کرنا - اوران سب کی سب پیشگوئیوں کا موافق بیان آنحضرت کے سچا نکلنا

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۴۹)

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرقہ خوارج سے ایک شخص کی خبر دی جسکے بازو سے نیچے ایک ہاتھ نہ ہوگا - اوراس بازو کی ایسی صورت ہوگی جیسے عورت کا پستان ہوتا ہے - ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں لڑنے والوں کی لاشوں میں ایسا شخص پایا -

(۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اپنے اہلبیت میں سے سب سے پہلے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موت کی خبر دی جو ویسی ہی وقوع میں آئی -

(۶) اپنے ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی موت کی خبر دی جو ویسی ہی وقوع میں آئی -

(۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دور کی لڑائی میں چار شخصوں کی بترتیب فوت ہونے کی خبر دی - تو اس کے موافق وقوع کی خبر آگئی ؛

(۸) ایک لڑائی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بہادر مسلمان لڑنے والے کے دوزخی ہونے کی خبر دی اسکی تصدیق اسوقت یوں ہوگئی - کہ اُسنے بہت سے زخم کھاکر خودکشی کرلی - جو بحکم اسلام دوزخی ہونے کا ایک سبب ہے ؛

(۹) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سبب دو جماعت مسلمانوں میں صلح واقعہ ہونے کی خبر دی - جسکی تصدیق یوں ہوئی کہ امیر معاویہ اور اسکے مقابل لشکر میں صلح ہوگئی -

(۱۰) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار کے باغیوں کے ہاتھ سے

بقیہ حاشیہ بر صفحہ (۳۵۱)

تجربہ کرنے والوں کو یقین دلاتا ہے۔ کہ آنحضرت ادراک حقایق کے معمولی اسباب علم کے علاوہ الہام آلہٰی بھی ذریعہ رکھتے تھے۔ جسکے وسیلے سے آپ یہ پیشگویاں کرتے۔ اور ان میں صادق نکلتے۔ ان پیشگویوں کی بہت سے لوگوں نے مشاہدہ کرکے تصدیق کی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۵۰)

قتل کئے جانے کی خبر دی جو وقوع میں آگئی۔

(۱۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یزید وغیرہ کا ظالمان امراء بنی امیہ کی انکی صفت وحالت کے بیان سے خبر دی تھی۔ جو ویسی ہی وقوع میں آگئی۔

(۱۲) ایک عیسائی کے مرتد ہوجانے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ جب یہ مریگا۔ اور دفن کیا جائے گا۔ تو زمین اسکو باہر پھینک دے گی۔ جو ایسا ہی وقوع میں آیا۔

(۱۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجاز سے ایک آگ نکلنے کی خبر دی تھی جس سے بصری (شہر) میں اونٹوں کی گردنوں پر روشنی پڑے۔ یہ آگ ۶۵۴ھ ہجری میں ظاہر ہوئی۔ اور کتب تواریخ میں اسکی تصدیق موجود ہے۔

(۱۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیت المقدس تک رات میں جانے کی کفار مکہ کو خبر دی۔ تو انہوں نے آپ سے ایسی چیزوں کے پتہ پوچھے جو رات کے وقت آپ کو نظر نہ آئیں تھیں۔ جس پر خدا تعالےٰ نے بیت المقدس کا قدرتی فوٹو آپ کے سامنے رکھدیا۔ جس سے آپنے جو کچھ کفار مکہ نے پوچھا۔ بتایا اور درست نکلا۔

(۱۵) آپنے ترکی کافروں سے مسلمانوں کے مقابلہ کی خبر دی۔ اور اسکے تفصیل حالات بتائے۔ جو ۶۵۶ھ ہجری میں پوری ہوئی۔

بقیہ حاشیہ برصفحہ (۳۵۲)

اُن پیشگوئیوں کی شہادت سے آپ خدا کی طرف سے ملہم رسول تسلیم کئے جاتے تھے۔ اور اب تک بھی تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اس مقام میں شائد نئے تعلیم یافتہ یہ اعتراض کریں کہ اس قسم کی پیشگوئیاں قدیم سے۔ اور اسوقت علم جفر۔ رمل۔ جوتشی نجوم والے۔ اور مسمریزسٹ (مسمریزم جاننے والے۔ اور انکا عمل کرنے والا) سائنٹیفک میں (سائینس جاننے والے) سپرچوئیلسٹ (روحانیات کی تسخیر و حاضرات کا علم و عمل رکھنے والے) کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۱)

(۱۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال موعود کی خبر دی۔ جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک جماعت نے مشرقی جزیرے میں دیکھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے بیان پر اپنی اس خبر کے صدق کا اظہار و اثبات فرمایا۔

صاحبان!۔ یہ حالات اگرچہ اکثر روایتی اور کتابی حالات ہیں جنکو ان کتابوں کے ماننے والے ہی مانتے ہیں۔ مگر بعض ان میں ایسے ہیں۔ جن کو ان کتابوں کے منکر بھی (اگر وہ انصاف کریں۔ یعنے ان خبروں کو ان کتابوں میں دیکھیں۔ پھر ان کا وقوع خارجاً۔ اور تواریخ کی شہادت سے دریافت کریں) تصدیق و تسلیم کر سکتے ہیں۔

علاوہ بریں ہم ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت کا زندہ اور دائمی معجزہ آپکی تعلیم قسم اوّل بیان کر چکے ہیں جسکا امتحان و مشاہدہ ہر وقت ان کے لئے ممکن اور حاصل ہے۔ اس تعلیم کے ساتھ ایسے واقعات اور روایات کتابی کا پیش کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ اور ہمارا حق ہے۔

اور وہ سچی نکلتی ہیں۔ کیا وہ بھی ملہم اور رسول کہلانے کے مستحق ہیں ؟

اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ اپنی پیشگویوں کی نسبت خود معترف ہیں کہ وہ معمولی اسباب و علوم کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔ جنکی تعمیل میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ اور اسوجہ سے انکے بعض پیشگویاں غلط بھی نکلتی ہیں۔ یہ امر نہ کسی کے انکار کا محل ہے۔ نہ لائق بحث و ثبوت۔ برخلاف ان پیشگویوں کے جو انبیاء علیہم السلام کر گئے ہیں۔ انمیں سے ایک بھی جھوٹی نہیں نکلتی۔ اور جس شخص کی منجملہ لاکھ پیشگویوں کے ایک پیشگوئی بھی جھوٹی نکلے وہ خدا کی طرف سے ملہم اور رسول نہیں ہے۔ یہی صدق و کذب انبیاء علیہم السلام کی پیشگویوں اور ان علوم کے جاننے والوں کی پیشگویوں میں فارق ہے۔ جو شخص اس فارق کو تسلیم نہ کرے وہ کم سے کم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کو جو بسند صحیح آپ سے ثابت ہو اور با اینہمہ وہ سچی نہ نکلی ہو بیان کرے۔ اور اسکا صادق ہونا مدلل کر دکھائیں؛

اس قسم کی تمثیلات و نظائر حصہ اوّل قسم دوم اور تمثیلات و نظائر قسم اول نے جنکا انسانی عقل نے امتحان کر لیا اور ان کے متعلق تعلیمات انبیاء کو حق اور مطابق واقعہ پایا۔ اور اپنے اندر اس سے بڑھ کر۔ بلکہ اسکی مثل تعلیمات کا حوصلہ نہ پایا۔ تو انسانی عقل کو یقین ہو گیا۔ کہ جس حصہ دوم قسم دوم تعلیمات انبیاء کا امتحان انسانی عقل سے ناممکن اور اوسکی طاقت سے خارج ہے اس حصہ میں بھی انبیاء مصیب اور حق پر ہیں۔ اور وہ روحانی ڈاکٹر اور ایمانی طبیب ہیں انکی ایسی باتوں کو بھی مان لینا چاہیئے۔ جو انسانی عقل میں نہ آئیں۔ جیسے جسمانی ڈاکٹروں۔ حکیموں صرافوں کی ایسی باتوں کو تمام لوگ مان لیتے ہیں۔ جنکے سمجھنے کی اونکو استعداد نہیں ہوتی۔

یہی ہمارا دعوے تھا۔ جو صفحہ ۷۸ وغیرہ میں ہمنے کیا۔ اور خدا کے فضل

اور توفیق سے اسکا کافی ثبوت دیدیا۔ الحمد للہ علے ذٰلک۔

صاحبان!۔ اسی حصہ دوم قسم دوم تعلیمات انبیاء نے جمہور اہل مذاہب کے دلوں میں مذاہب کی عظمت کو قائم رکھا ہے۔ اور اسی کا قبول کرنا اور مان لینا کمال تسلیم وتصدیق کہلاتا ہے۔ جس سے دنیا میں مذہب کی بناء قائیم ہے۔ اور قائم رہے گی۔ صرف حصہ اول قسم دوم یا قسم اول تعلیمات کو انکا امتحان کر لینے اور موافق عقل ومطابق واقعہ پانے کے بعد مان لینا بڑی بہادری اور کمال تسلیم و پیروی نہیں ہے۔ بلکہ سچ پوچھو۔ تو اس قسم کی تعلیمات کو سمجھ لینے کے بعد مان لینا اور اُن کی پیروی کرنا۔ درحقیقت اپنے عقل کی پیروی کرنا ہے۔ جو سیلف گورنمنٹ (اپنی سرکار) کی پیروی کہلاتی ہے۔ اور وہ اوپشنل (اختیاری) پیروی ہوتی ہے۔ جب کسی بات کی عقل نے اجازت دی تو پیروی کی۔ اور جب کسی بات کو عقل نہ پہنچے تو اسمیں اپنے متبوع کو سلام کیا۔ اور اس کی پیروی سے دست بردار ہوگئے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ صرف تعلیمات مذاہب کی قسم اوّل اور حصہ اوّل قسم دوم کی پیروی کرتے ہیں وہ مذاہب کے پورے پابند نہیں ہیں۔ وہ جس بات کو اپنی عقل کے موافق نہیں پاتے۔ اسکو بعضے صریح انکار سے اور بعضے تاویل سے رد کردیتے ہیں۔ اور انکا مذہب بہت شارٹ (مختصر) اور چھوٹا ہوا مذہب ہوتا ہے۔ ایسا مذہب دیرپا نہیں ہوتا۔ اور جلد جلد بدلتا رہتا ہے۔ اور اسکا اثر ونتیجہ وہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔ جو بانیان مذہب یعنے خدا تعالے اور اسکے رسولوں کو مذہب سے مدنظر ہوتا ہے۔ اور جس قدر ظاہر ہوتا ہے وہ برائے نام بہت ہی کم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ انسان اپنے ہم مرتبہ اور اپنے برابر کی ایسی پیروی نہیں کرتا۔ جیسی اپنے سے برتر کی پیروی کرتا ہے۔ اور اپنے

سے برتر ہونے کا اعتقاد انبیاء کی نسبت اسی حصہ دوم قسم دوم تعلیمات سے پیدا ہوسکتا ہے۔ جنکو انسانی عقل پہنچ نہیں سکتی۔ اسوجہ سے خداتعالے نے ان بندوں کی جوحصہ دوم قسم دوم کی آیات کو (جو اسلام میں متشابہات کہلاتی ہیں) بلاتاویل مان لیتے ہیں۔ تعریف کی اور ان کے صاحب عقل ہونے کی شہادت دی ہے۔ اور اس حصے میں تاویل کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ اور انکے دل کی کجی ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے تجھ پر

وھو الذی انزل الیک الکتاب منہ اٰیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنہ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب (آل عمران - ع ۱-)

یہ کتاب اتاری ہے جس کی بعض آیات واضح المراد ہیں۔ (جنکو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے) اور بعض متشابہات ہیں (جنکی حقیقت وکیفیت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا) پھر جنکے دلوں میں کجی ہے وہ ان متشابہات کے درپے ہوتے ہیں گمراہی اور اسکی تاویل چاہنے کو۔ حالانکہ انکی تاویل بجز خدا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو علم دو ایمان ہیں مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں۔ ہمنے سب کو مانا ہے۔ یہ سب آیات خدا کی طرف سے ہیں۔ اسبات کو وہی سمجھتے اور مانتے ہیں جو صاحبان عقل ہیں۔

قرآن کی شارح حدیث نبوی میں صاف تصریح آچکی ہے۔ کہ جو لوگ

واذا رایتم الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سمّاھم اللہ فاحذروھم متفق علیہ (مشکوۃ صفحہ ۲)

متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں۔ یعنے انکو پھر پھار کر اپنی خواہش کے موافق کرتے ہیں۔ وہ کجی والے ہیں۔ جنکو

نام خدا نے کبھی ولے رکھا ہے۔

ایسے لوگ مذہب میں ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی لا مذہب۔ اور وہ تعلیمات قسم اوّل وحصہ اوّل قسم دوم میں بھی جو چاہتے ہیں تاویل کرکے انکو ٹلا دیتے ہیں بلکہ جملہ احکام مذہبی کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہیں۔ مگر نماز کو ایک حرکت خلاف وضع فطرت سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سر کو نیچے اور چوتڑوں کو اونچا کرنا کیسی نامعقول حرکت ہے۔ ایسے لوگ لنڈن کا حج تو کر آتے ہیں مگر کعبہ کی زیارت اور حرم شریف کے طواف کو فضول سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس چوکھونٹے گھر کے اردگرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا گدھے اور اونٹ اسکے گرد نہیں پھرتے۔ وعلے ہذالقیاس۔

ان کے ان خیالات ومقالات کا منشاء ومنبع یہی ہے۔ کہ انہوں نے مذہب کے ہادیوں کو ایک معمولی انسان سمجھا ہے۔ اور ان کی تعلیمات کو انسانی عقل کی معمولی تعلیمات۔ اور جو امر انکا مافوق العقل اور غیر معمولی معلوم ہوا اسکو اُنہوں نے پھیر پھار کر اور اسمیں تاویلات بہم پہنچا کر معمولی بنا لیا۔ اسطور سے مذہب کو انہوں نے معمولی عقل انسانی کا نتیجہ قرار دیا۔ اور اوسکی تعلیمات کو مافوق العقل ہونے سے نیچے درجے میں لاکر انکے ہادیوں کو اپنے مساوی درجے کا ایک عقلمند یا ریفارمر بنا لیا۔ اسوجہ سے ان کے دلوں میں مذہب کی عظمت کا سکّہ نہ جما اور اسکی تعلیمات کا اثر دائمی ولازمی انپر نہ ہوا۔

وہ کبھی نیک عمل کو (جسکے نیک ہونے کی عقل نے شہادت دی) عمل میں لاتے ہیں۔ یا کسی بدعمل سے (جسکو عقل برا کہے) بچتے ہیں۔ تو نہ کسی قسم کے طمع ثواب یا خوف مواخذہ اخروی سے۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ عقل اس کی اچھے یا بُرے ہونے کی ہدائت کرتی ہے۔ اور ان کے نیچر کا یہ مقتضا ہے۔ کہ وہ

اسمیں عقل کا اتباع کریں۔ پھر جب انکی عقل عکس کی مجوز ہو جاتی ہے یعنے اس نیک کو بد اور بد کو نیک قرار دیتی ہے تو انکے نیچر کا مقتضا بھی بدل جاتا ہے۔ اور اس عمل کا عکس ان سے ظہور میں آتا ہے۔ غرض انکا مذہب اور اُنکا ایمان تزلزل کی حالت میں رہتا ہے تجویز عقل کے بدلنے سے وہ بھی بدلتا رہتا ہے۔ اور جملہ حقوق الہی و بندگان الہی کے پورا کرنیمیں بھی انکا یہی حال رہتا ہے۔

ان کے مقابلہ میں جو لوگ تعلیمات حصہ دوم قسم دوم کی نسبت کامل یقین اور ایمان رکھتے ہیں اور انکو تعلیمات قسم اوّل اور حصہ اوّل قسم دوم کی شہادت اور نظر سے بغیر کسی جدید امتحان اور تحقیق کے مان لیتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب میں بڑے پکے اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی ہر بات اور ہدائت کو اگرچہ انمیں سے بعض کی حقیقت انکی سمجھ میں نہ بھی آئے بدل مانتے ہیں۔ اور نامعلوم الحقیقت والکیفیت باتوں کو مافوق العقل سمجھکر انکی نظر سے زیادہ تر مذہب کی عظمت دل میں جما لیتے ہیں۔ اور وہ اپنی تمام مدت العمر کے لئے مذہب کی پابندی کو شرط نجات اور ایسا موجب ابدی حیات سمجھ لیتے ہیں جیسے جیتے جی بہشت میں جا بسنا۔ اور ان احکام اور ہدایات کی مخالفت و انکار کو مانع نجات اور ایسا موجب ہلاکت دائمی جان لیتے ہیں جیسے جیتے جی آگ میں پڑکر جل جانا۔

اسکی فلاسفی یہ ہے کہ قسم دوم حصہ دوم تعلیمات مذہب نے انکو جزا و سزاء کے تفاصیل بہشت اور دوزخ کی نعیم و آلام کا یقین دلا دیا ہے۔ اور اس عالم دنیاوی اور اسکے ظاہری اسباب و وسائل کے علاوہ دوسرے عوالم برزخ اور حشر و نشر اور اسکے اسباب و وسایل (ملائکہ وغیرہ) کا اعتقاد انکے دلوں میں ایسا جما دیا ہے جیسے ظاہری اور معمولی اسباب کا پہلی قسم کے لوگوں کو ہے۔ وہ نیک کام کو عملیں لاتے یا بری کام سے پرہیز کرتے ہیں۔ تو اخروی ثواب کی امید اور مواخذہ کی خوف سے کرتے ہیں۔ جو ہر وقت انکا دامنگیر رہتا ہے۔ اور کبھی انکو بدلنے نہیں دیتا۔ جبتک کہ

وہ زندہ رہیں اور مذہب کو نہ چھوڑدیں۔ انکے اس خوف وطمع کی خدا تعالے آیات منقو لہ

یدعون ربہم خوفا وطمعا۔ (السجدہ۔ ع۔۲۔)	حاشیہ میں تعریف کرتا ہے اور اُسپر
یرجون رحمتہ ویخافون عذابہ (بنی اسرائیل ع۔۵۔)	خوشی ظاہر فرماتا ہے۔

الحق مذہب دنیا میں انہی لوگوں کے وجود سے قائم ہے۔ یہی لوگ خدا کے حقوق پہچانتے اور ادا کرتے ہیں۔ اور یہی بندوں کے اور ابنائے جنس کے حقوق کے محافظ ہوتے۔ ان ہی کے وجود سے دین کا قیام ہے۔ ان ہی سے تمدن وحسن معاشرت کا نظام وابستہ ہے۔ اللھم ربنا اجعلنا منھم آمین ثم آمین۔

توضیح ختم ہوئی۔ جس سے تشریح سابق ولاحق کی بخوبی وضاحت ہوگئی اور یہ بات حاضرین وسامعین پر کُھل گئی ہے۔ کہ جس نبوت عامہ اور خاصہ محمدیہ کا آیات قرآنی نے ثبوت دیا تھا۔ اُسکے ثبوت پر انسان کیحالت اور انسان کے متعلق قانون قدرت بھی شاہد ناطق اور گواہ عادل ہے۔ انسان کی حالت ضرورت نبوت کو ثابت کررہی ہے اور انبیاء علیہم السلام خصوصاً خاتم الرسل علیہ التحیۃ والاکرام نے وہ ضرورت پوری کردکھائی ہے۔ وللہ الحمد۔

پانچویں سوال کا جواب

(۱) لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران۔ ع ۱۱)	(۱) اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ انمیں انہی میں سے رسول بھیجا جو قرآن کی آیتیں انپر پڑہتا ہے اور انکو کتاب اور گیان ودانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔
(۲) علمہ شدید القوی ذو مرۃ (نجم۔ ع۔۱۔)	(۲) یہ قرآن اس امی کو بڑے مضبوط قوت والے زور آور نے سکھایا ہے۔
(۳) الرحمن علم القرآن (الرحمن۔ ع۔۱)	

(۴) لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرأناہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ (القیمۃ۔ ع۔۱)

(۳) یہ قرآن (اسکو خدا) رحمن نے سکھایا ہی (۴) (جب یہ قرآن تیری سامنے جبرائیل پڑہے تو اسکے ساتھ ساتھ) تو اپنی زبان کو نہ ہلا۔ ہمارے ذمے ہے تیرے سینے میں اسکو جمع کرنا۔ اور تیری زبان سی پڑہوا دینا۔ پھر جب ہم (جبرائیل کے ذریعہ) پڑہیں تو تو اسکے پیچھے پیچھے چل (یعنے چپکا رہ۔ اور سنتا جا) پھر ہمارے ذمے ہی اوسکو تیری زبان سے کہلوا دینا۔

(۵) وقد اتیناک من لدنا ذکرا من اعرض عنہ فانہ یحمل یوم القیامۃ وزرا۔ (طٰہٰ۔ع)

(۵) ہمنے تجھے اپنے پاس سی ذکر (قرآن اور تمام دانائی کی باتیں) عطا کیا ہے۔ جو اس سے منہ موڑیگا وہ قیامت کو بوجھ اٹھا کر لائیگا۔

(۶) یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (مجادلہ ع۔۱)

(۶) خدا تم میں سی ایمان والوں اور اُن لوگوں کے جو علم دیئے گئے ہیں۔ درجے بلند کرے گا۔

(۷) ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب (زمر ع۔۱)

(۷) کیا جاننے والے اور بے علم برابر ہونگے وہی نصیحت پذیر ہوتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

(۸) انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا (فاطر ع۳)

(۸) خدا سے وہی ڈرتے ہیں جو جاننے والے ہیں۔

(۹) قالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر (الملک۔ع ۱)

(۹) دوزخ والے کہینگے ہم (علم کی باتیں) سُنتے اور سیکھتے اور جانتے تو دوزخ والونمیں ہوتے

(۱۰) الذین یتبعون النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التورٰیۃ والانجیل یامرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر ویحل لہم الطیبات و

(۱۰) وہ لوگ جو ایسے بنی کی پیروی کرتی ہیں (اور اس سی گیان کی باتیں سیکھتے ہیں) جو بظاہر کسی کی شاگردی سے لکھا پڑھا نہیں ہی۔ اُسکے ذکر کو توریت اور انجیل

ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون ۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الذین لہ ملک السمٰوٰت والارض ۔ لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذین یومن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون (اعراف ع ۱۹و۲۰)

میں پاتے ہیں ۔ وہ انکو اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے ۔ اور بُری باتوں سے روکتا ہے ستھری چیزیں ان پر حلال کرتا ہے ۔ اور خبیث چیزوں کو حرام بتاتا ہے ۔ اور اُن سے (بد رسموں اور گناہوں کے) بوجھ اور طوق اتارتا ہے پس جو لوگ اوسکو مانتے ہیں اور اُسکی توقیر اور مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اسکے ساتھ اتارا گیا ہے ۔ وہ لوگ نجات پانیوالے ہیں ۔ تو کہدے اے لوگو ! میں تم سب کیطرف اس خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں جسکی تمام آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے ۔ اسکے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں ہے ۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے ۔ سو خدا اور اسکے امی رسول کو جو خدا اور اسکے کلمات پر یقین رکھتا ہے مانو اور اُسکی پیروی کرو تاکہ راہ پاؤ ۔ (التشریح)

صاحبان ! ۔ یہ جلسہ چونکہ جلسہ مذاہب ہے اور مذہب ہی کے متعلق اسکو بحث ہے، چنانچہ شروع تمہید میں بیان ہو چکا ہے ۔ لہذا علم سے جسکے وسائل و ذرائع سے سوال پنجم ہوا ہے مذہبی اور دینی علم ہی مرادِ سوال ہے ۔ اور اسی علم دینی و مذہبی کی تاکید و ترغیب کی متضمن آیات عشرہ نقل کیگئی ہیں ۔

پہلی آیت میں یہہ ارشاد ہوا ہے ۔ کہ علم جس سے دین اور مذہب معلوم ہوتا ہے اسکا ذریعہ صرف انبیاء ہیں ۔ جن میں سے ایک نبی اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے علوم دین کی منبع و معدن کتاب آسمانی قرآن کی تعلیم دی ۔ اور اسکے ساتھ وہ دانائی کی باتیں سکھائیں جو احادیث نبویہ کہلاتی ہیں ۔

آیت نمبر ۲ و ۳ میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ کہ یہ قرآن آنحضرت کو خدا نے سکھایا ہے
آنحضرت کا اُمّی ہوکر ایسا کلام پیش کرنا جسکے مقابلہ سے بلغا و فصحاء عرب عاجز آگئے
(چنانچہ تشریح دوم میں بصفحہ ۳۰ بیان ہو چکا ہے) آپکے الہام اس سے تعلیم پانی پر
روشن دلیل ہے۔

آیت نمبر ۴ میں اس کیفیت کا بیان ہے کہ خدا تعالےٰ نے کیونکر آپ کو یہ قرآن
سکھایا۔ اور اُمّی ہوکر آپنے کیونکر سیکھ لیا۔

آیت نمبر ۵ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ علم لدنی (خدا کے پاس والا) کہلاتا ہے جو ظاہری
طور پر لوگوں سے پڑہنے پڑہانے اور تعلیم پانے کا محتاج نہیں ہوتا۔

اسکی نظیر ایک اور آیت ہے جسمیں ایک اور ملہم من اللہ (حضرت خضر علیہ السّلام) کا حال
بیان فرمایا ہے۔ اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا و علمنٰہ من لدنا علماً یعنے
ہمنے انکو اپنے پاس سے رحمت عطا کی اور اپنے پاس سے علم سکھایا یعنے کسی دوسری سے
انہوں نے نہیں سیکھا۔

آیت نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۹ میں اس آسمانی و لدنی علم سیکھنے سکھانے کی دوسروں
کو ترغیب پائی جاتی ہے۔ اور یہ خبر دیگئی ہے کہ جو لوگ آسمانی اور لدنی علم کو انبیاء علیہم
السّلام سے نہ سیکھینگے۔ وہ راہ نجات نہ پائینگے۔ اور شرف عقل۔ درجات۔ و خدا کی خشیت
اور قرب سے محروم رہینگے۔ اور آخر دوزخیوں میں داخل ہونگے۔

صاحبان! یہ علم لدنی اور آسمانی حضرات انبیاء کی حیات میں ان سے سیکھا جاتا ہے
اور اُنکے بعد اُنکے اصحاب و احباب اہل علم سے اور اُنکے بعد اُنکے ہمصحبتوں اور شاگردوں سے
و علیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ تعلیم و تعلم چلا آیا ہے۔ اور اسوقت تک موجود ہے۔ جو لوگ
اپنی مذہبی و دینی تعلیم کو اس سلسلہ سے ملاتے اور اس تعلیم آسمانی سے فیض پاتے ہیں
وہ راہ رست پر چلے جاتے ہیں۔ اور جو اس سلسلے کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عقل یا اپنی تجویز کرو

باتوں کو (جو انبیا علیہم السلام سے نہیں پہنچتیں) دستور العمل و ماخذ تعلیم بناتے ہیں۔ وہ سیدھے رستہ سے بہک جاتے ہیں۔

یہ علم لدنی و آسمانی جو انبیاء علیہم السلام کو سکھایا گیا۔ اور ان سے انکے شاگردوں اور شاگردان شاگردوں نے سیکھا ہے۔ وہ علم شریعت و احکام شریعت ہے اور جو لدنی کہ انبیاء کے شاگردوں اور کامل اتباع کو (جو اولیاء اللہ کہلاتے ہیں) بلا واسطہ غیر خدا کی طرف سے سکھایا جاتا ہے (جیسا کہ حضرت خضر کو جو باتفاق جمہور علمائے اسلام نبی نہ تھے صرف ولی تھے سکھایا گیا ہے۔ اور وہ قرآن و حدیث میں بہ تفصیل* مذکور ہوا ہے) وہ علم شریعت و احکام شریعت کا ماخذ نہیں ہوتا اور کسی ولی پیرو نبی کو نہیں پہنچتا۔ کہ اس علم لدنی سے جو خدا تعالیٰ نے اسکو سکھایا ہو۔ احکام شریعت نکالے۔ اور اس سے تجدید احکام دین کرے۔ بلکہ وہ علم صرف اس شریعت کے اسرار ظاہر کرتا ہے جس شریعت کا وہ ولی صاحب علم لدنی تابع ہوتا ہے۔ یا بعض ایسے حقائق کو ظاہر کرتا ہے جسکے متعلق شریعت میں حکم وارد ہو چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ علوم لدنیہ حضرت خضر میں وقوع میں آیا ہے۔ اور

* قرآن میں حضرت خضر کے تین علوم لدنی کا جو خدا نے انکو سکھائے ذکر ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے ایک کشتی کی ایک تختی اکھاڑ دی۔ پھر اسکی حقیقت یہ ظاہر کی کہ ایک بادشاہ ظالم اچھی کشتیوں کو بیگار کے طور پکڑنیوالا تھا۔ میں نے خدا کے اعلام سے اسکو معیوب کر دیا۔ تا کہ وہ بیگار میں نہ پکڑ لے۔ دوسرا یہ کہ ایک لڑکا شریر اور ماں باپ کو گمراہ کرنیوالا تھا میں نے خدا کے اعلام سے اسکو مار ڈالا۔ کہ وہ زندہ رہکر ماں باپ کو گمراہ نہ کرے تیسرا یہ کہ۔ ایک دیوار کے نیچے خزانہ مدفون تھا۔ اور وہ دیوار گرنے والی تھی۔ اور اس کے مستحق دو یتیم لڑکے تھے۔ میں نے اس دیوار کو قائم کر دیا۔ کہ وہ گر نہ جائے۔ یہانتک کہ وہ لڑکے جوان ہوکر اپنا خزانہ لے لیں ٭

ان تینوں علوم میں جو کچھ حضرت خضر پر ظاہر ہوا۔ وہ شرعی احکام غریبوں کا مال ضائع نہ کرنے اور مسلمانوں کو کفر سے بچانیکا مؤید ہوا۔ اور نہ شریعت کا مخالف اور نہ نئے احکام کا مثبت اور نہ وہ بذات خود مستقل حکم شریعت قرار دیا گیا ہے۔ جس پر دوسرا بجز خضر علیہ السلام عمل کرنیکا مامور یا مجاز ہوا ہو۔

ایک ولی پیرو نبی کا یہ فرض ہوتا ہی۔ اور اسپر یہ امر واجب کہ وہ ہر ایک امر کو جو علم لدنی سے اُسپر کھُلے اپنے نبی کی شریعت پر پیش کری۔ اور اگر وہ اس شریعت کے احکام کی اور حقائق شرعیہ کی شرح و تائید کرے۔ تو وہ اسکو منجانب اللہ سمجھے اور اگر وہ اُنکا خلاف ظاہر کرے یا تجدید احکام کا مشعر ہو۔ تو وہ اسکو وسوسہ شیطانی قرار دیکر اُسپر لاحول پڑھے۔

یہ علم لدنی خدا کی طرف سے اتباع انبیاء سے ان نورانی سینوں میں داخل کیا جاتا ہے اور ان رحمانی بزرگوں کے شرف صحبت و فیض و برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ جو دنیا اور حظوظ دنیا سے بے رغبتی کرتے ہیں۔ اور سفر آخرت کے لئے ہمیشہ اور ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ اور مکارم اخلاق سے مجسم ہوتے ہیں۔ اور اپنی صحبت کی برکت اور اخلاق کے اثر سے دوسروں کو اخلاق مجسم بنا دیتے ہیں۔ وہ دنیا کی زندگی اور لذات کی طمع نہیں رکھتے۔ اور یاد خدا کے بغیر زیادہ کلام نہیں کرتے۔ وہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور پھر ڈرتے ہیں کہ دیکھئے قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ موت کے آنے سے پہلے اسکے منتظر رہتے ہیں۔ دشمنوں سے حُسن خلق سے پیش آتے ہیں۔ کسی پر لعن وطعن نہیں کرتے لوگ انکی زبان اور ہاتھ سے امن میں رہتے ہیں۔ جھوٹ اور بدگوئی کے پاس نہیں جاتے۔ ان کی اس حالت کی نظر سے جب کوئی انکو دیکھتا ہے تو اُسکو خدا یاد آجاتا ہے۔ جنکا ذکر احادیث ذیل میں پایا جاتا ہے (۱) ایک حدیث میں ہے۔ آنحضرت نے یہ قول خداوندی پڑھا۔ کہ جسکو خدا تعالے ہدایت کرنا چاہتا ہے اسکا سینہ فراخ کر دیتا ہے۔ اور اسکی تفسیر میں آپنے کہا کہ جب نور سینے میں داخل ہوتا ہی تو وہ سینہ فراخ ہو جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اسکی کوئی علامت بھی ہے آپنے فرمایا ہاں (وہ یہ ہے) دنیا کے

(۱) عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال رسول اللہ النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یارسول اللہ ھل لتلک من علم یعرف بہ قال نعم

التجافی عن دار الغرور والانابة
الی دار الخلود والاستعداد للموت
قبل نزوله (مشکوة ص۴۲۸)

(۲) وعن ابی مسعود وابی خلاد ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم
العبد یعطی زهدًا فی الدنیا وقلة منطق
فاقتربوا منه فانه یلقی الحکمة رواهما البیهقی
فی شعب الایمان (مشکوة ص۴۴۲)

(۳) وعن اسماء بنت یزید انها سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا انبئکم
بخیارکم قالوا بلی یا رسول اللہ قال خیارکم
الذین اذا رأوا ذکر اللہ رواه ابن ماجه
(مشکوة ص۴۱۹)

(۴) عن عبد اللہ عمرو قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان من خیارکم احسنکم اخلاقا
متفق علیه (مشکوة ص۴۳۳)

(۵) عن ابی هریرة قال رسول اللہ ﷺ
اکمل المومنین ایمانا احسنکم اخلاقا
رواه ابوداؤد (مشکوة ص۴۳۲)

(۶) عن ابی هریرة قال رسول اللہ ﷺ
ان اللہ تبارک وتعالی قال ومایزال

جو دہوکے کا گھر ہے۔ دور ہونا اور آخرت
کیطرف جو ہمیشگی کا گھر ہے متوجہ ہونا اور موت
سے پہلے اسکی تیاری کرنا۔

(۲) ایک حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی بندہ خدا کو دیکھو
کہ وہ دنیا میں بے رغبتی اور کم سخنی دیا گیا ہے تو اُسکا
قرب (وصحبت) اختیار کرو۔ کیونکہ اُسکو خدا کی
طرف سے حکمت عطا کیگئی ہے۔

(۳) ایک حدیث میں ہے آنحضرت نے فرمایا کیا میں
تمہیں اچھے لوگوں کا پتہ نہ دوں۔ لوگوں نے عرض کیا
ہاں حضرت فرمایئے۔ آپنے فرمایا اچھے وہ لوگ ہیں
کہ جب انکو دیکھیں تو خدا یاد آجاوے یعنی انکے اخلاق
واطوار و تبتل الی اللہ و انکسار کے مشاہدہ سے۔

(۴) ایک حدیث میں ہے تم سب میں
اچھا وہ ہے جسکے اخلاق اچھے ہوں۔

(۵) ایک حدیث میں ہے تمام مومنوں میں
سے کامل مومن وہ ہے جسکے اخلاق اچھے
ہوں۔

(۶) ایک حدیث میں آنحضرت نے حدیث قدسی
نقل فرمائی ہے کہ خدا تعالی کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ
مجھ سے نوافل کے ساتھ قرب حاصل کرتا ہے۔

عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته
کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده
التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی
لاعطینه الحدیث رواه البخاری (مشکوٰة ص ۱۹۷)

(۷) عن عبد اللہ بن بسر قال جاء اعرابی فقال یا
رسول اللہ ای الاعمال افضل قال ان تفارق الدنیا و
لسانک رطب من ذکر اللہ رواه احمد (مشکوٰة ص ۱۹۰)

(۸) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم لا تکثروا
الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرة الکلام بغیر ذکر اللہ
قسوة للقلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی
رواه الترمذی (مشکوٰة ص ۱۹۱)

(۹) عن ابی سعید قال ان رسول اللہ صلعم سئل ای العباد
افضل وارفع درجة عند اللہ یوم القیمة قال الذاکرون اللہ
کثیرا والذاکرات رواه احمد (مشکوٰة ص ۱۹۰)

(۱۰) وعن عائشة قالت سألت رسول اللہ صلعم عن هذه الآیة
والذین یؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة اهم الذین یشربون الخمر
ویسرقون قال لا یا بنت الصدیق ولکن الذین یصومون ویصلون
ویتصدقون وهم یخافون ان لا یقبل منهم اولئک یسارعون فی
الخیرات رواه الترمذی (مشکوٰة ص ۴۴۹)

یہانتک کہ میں اسکو پیار کرتا ہوں پھر جب وہ میرا پیارا ہوجاتا ہے
تو اُسکے کان جن سے وہ سنتا ہے اور آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور
ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے میں ہوجاتا
ہوں۔* اور جب وہ مجھسے مانگتا ہے تو میں عطا کرتا ہوں۔

(۷) ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپنے فرمایا سب عملوں سے
افضل یہ ہے کہ تو دنیا کو ایسی حالت میں چھوڑے کہ تیری
زبان خدا کے ذکر سے تر ہو۔

(۸) ایک حدیث میں ہے خدا کے ذکر کے بغیر بہت نہ بولا کرو
اس سے دل سخت ہوجاتا ہے۔ اور خدا سے دور وہی ہے
جو سخت دل ہو۔

(۹) ایک حدیث میں ہے سب بندوں سے
افضل اور درجہ میں بلند وہ لوگ ہیں جو خدا کی
یاد میں لگے رہتے ہیں۔

(۱۰) ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت سے اس آیت
کا جسمیں بیان ہے کہ وہ لوگ کرتے ہیں جو کرتے ہیں اور انکے دل
ڈرتے ہیں مطلب پوچھا کہ کیا اس سے شراب خور اور چور مراد
ہیں آپنے فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی اس آیت میں وہ لوگ
مراد ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور پھر ڈرتے رہتے ہیں
کہ دیکھیے یہ مقبول ہوتی ہیں یا نہیں یہی لوگ ہیں جو نیکیوں میں جلدی

* اسکے دو لازمی نتیجے ہیں ایک یہ کہ اسکے کان آنکھ ہاتھ پاؤں اللہ تعالی رضا کی تابع ہوجاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اسکے ان اعضا سے وہ کام (باذن اللہ) ہونے لگتے ہیں جو عام لوگوں کے اعضا انسانی طاقت سے نہیں کرسکتے۔ بلکہ وہ خدا کے کام ہوتے ہیں جیسے غیر معمولی بعد سے دیکھ لینا۔ یا سن لینا۔ یا ایک مٹھی بھر کنکروں سے تمام لشکر مخالف کی آنکھیں بھر دینا اور اندھا کر دینا۔

کر رہے ہیں۔

(۱) وعن ابن مسعود قال قال رسول اللهؐ ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی رواه الترمذی (مشکوۃ ص۴۰۵)

(۲) وعن عائشة ان رسول اللهؐ قال ان من شر الناس يوم القيمة من تركه الناس اتقاء فحشه رواه البخاری ومسلم (مشکوۃ ص۴۱۱)

(۳) وعن صفوان بن سليم قيل لرسول اللهؐ ايكون المؤمن جبانا قال نعم فقيل له ايكون المؤمن بخيلا قال نعم فقيل له ايكون المؤمن كذابا قال لا رواه مالك (مشکوۃ ص۴۱۲)

(۱) ایک حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مومن طعنہ دینے والا لعنت کرنیوالا فحش بکنیوالا بدگوئی کرنیوالا نہیں ہوتا۔

(۲) ایک حدیث میں ہے آنحضرت نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بدتر وہ نکلیگا جسکو لوگ اسکی فحش گوئی سے بچنے کیلئے چھوڑ رکھیں۔

(۳) ایک حدیث میں ہے آنحضرت سے کسی نے پوچھا کیا مومن بزدل ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوتا ہے پھر پوچھا مومن (مال کا سخت پیار والا یا حریص) ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوتا ہے یعنے ان عیوب کا وہ محل ہو جاتا ہے۔ پھر پوچھا مومن جھوٹا ہوتا ہے۔ فرمایا نہیں یعنے جھوٹ بولنا اور کذاب کہلانا مومن کی شان نہیں ہے۔

(۴) عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول اللهؐ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده رواه البخاری (مشکوۃ ص۱۲)

(۴) ایک حدیث میں ہے آنحضرت نے فرمایا ہے مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں یعنے نہ کسیکو زبان سے برا کہے نہ ہاتھ سے تکلیف دے۔

صاحبان! جو لوگ ان اخلاق میں کامل ہوتے ہیں وہی اس علم لدنی کے محل ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور ہمیشہ قیامت تک رہینگے۔ گو بعض ملکوں یا شہروں میں ہمکو نظر نہ آئیں اس علم لدنی کے محل وہ لوگ نہیں ہوتے جو ہر تحریر اور تقریر میں جھوٹ بولیں جھوٹے اشتہار دیں اپنی ولایت وکمالات والہامات ظاہر کریں۔ ہزارہا پیشگوئیاں اور آسمانی نشان دکھانیکے مدعی ہوں اور ایک بھی دکھا نہ سکیں۔ جو شخص انکے دعوے کو نہ مانیں اسکو گالیوں سے کوسیں اور موت یا بیماری وخواری پہنچانیکی دھمکیاں دیں۔ بازاری گالیاں حرام زادہ۔ بدذات وغیرہ۔ انکا تکیہ کلام ہو۔ مال مردم خوری انکا شیوہ خاص ہو دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے لوگوں سے ہزارہا روپیہ چندہ کرا کر یا قیمت کے طور پر لیں۔ اور اس روپیہ سے بیویوں کا زیور۔ اور لباس بنادیں۔ اور بادام روغن ہیں یکمد دو روپیہ سیر کے نرخ کی چاول خرید کر پلاؤ و متنجن اڑادیں اور

ان کتابوں کے چھاپنے کا نام نہ لیں - نوافل تہجد تو کجا پانچوں وقت خصوصاً فجر کی نماز و جماعت میں التزام کے ساتھ نہ مل سکیں - ہزارہا روپیہ کی ملک کا دعوے کریں اور آمدنی کا اقرار کریں - اور ادائے فریضہ حج کا نام نہ لیں - بولنے لگیں تو گھنٹوں بکتے چلے جاویں - نماز شروع کریں تو ضعف دماغ کے عذر سے قل ھو اللہ احد اور انا اعطینٰک الکوثر پر اکتفا کریں - وظایف و اوراد شبانروزی کجا نمازوں کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان و الحمد للہ و اللہ اکبر کہنا نصیب نہ ہو - اور حرامزادہ - بدذات وغیرہ گالیوں کا وظیفہ جس تعداد سے چاہو انکی زبانوں سے لو - اور انکی تصانیف میں دیکھ لو[*] -

ایسے اخلاق و عادات کے لوگوں کا مورد علم لدنی ہونا ایسا محال ہے جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ کا نکل جانا محال ہے ایسے ہو کر علم لدنی کے مدعی بھی ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں - اور اسوقت موجود ہیں جنکو ہم دیکھ رہے ہیں - ایسے ہی لوگوں کے حق میں سابق اہل علم لدنی یہ کہہ گئے ہیں - ؎

اے بسا ابلیس آدم روے ہست — پس بہر دستے نباید داد دست
کار شیطاں مے کند نامش ولی — گر ولی این ہست لعنت بر ولی
حرف درویشاں بدزدد مرد دوں — تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر — تا بگیرد مرغ را آں مرغ گیر

اور آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ہے کہ ان علوم دینی و معارف مذہبی کا آسمانی

[*] یہ تیرہویں صدی کے پیغمبر اور چودہویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیطرف اشارہ ہے جن میں حالات مذکورہ بلا کم و بیش پائے جاتے ہیں جو کوئی تفصیل و دلیل کا طالب و شائق ہو وہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ لغایت جلد ۱۵ - بابت سنہ ۱۸۹۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۳ء ملاحظہ کریں - اور علاوہ براں ہم سے اور تحریری ثبوت لیں - انکی دستخطی تحریریں ہمارے پاس موجود ہیں -

معلموں اور علم لدنی کے استاذوں سے نہ صرف سیکھ لینا کافی اور نجات کا وسیلہ وافی ہے۔ بلکہ ان علوم ومعارف مین انکا عملاً اتباع کرنا بھی نجات کی شرط ہی۔ اور آخری نبی امی محمد رسول اللہ صلعم کا اتباع جنکے نبی اور واجب الاتباع ہونیکا ثبوت قرآن کی آیات سابق الذکر نے دیدیا ہے خصوصیت کے ساتھ سب پر خواہ کسی نبی کی ماننے والے اور کسی کتاب کے پیرو ہوں فرض ہی۔ ان مذاہب کے اتباع تو کجا ان مذاہب کے اصل بانی حضرت موسے اور حضرت عیسے وغیرہما اگر اسوقت اس دنیا مین اور پشت زمین پر موجود ہوتے تو وہ بھی آپ ہی کی پیروی کرتے۔ اس نظر سے آنحضرت فرما گئے ہیں۔ کہ اگر

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد مشکوٰۃ صہ ۳۲	موسے علیہ السلام زندہ ہوتے تو انکو بھی میری پیروی کے بغیر چارہ کی گنجائش نہ ہوتی *

آنحضرت کے اس دعوے کی دلیل آپ کی وہ تعلیم ہے جسکی شرح بضمن توضیح ہو چکی ہی۔

اب مین اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں اور خدا تعالے سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ اسکو قبول کرکے اور اس سے عام لوگوں اور خصوصاً مسلمانوں کو نفع پہنچاوے آمین ثم آمین

راقم

ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور

* بعض روایات مین حضرت عیسیٰ کا ذکر بھی آیا ہی جس سے اس زمانہ کی جھوٹے مدعی علم لدنی حضرت عیسے کی موت نکالکر اپنے آپ کو مسیح موعود بنا بیٹھے ہین اور مسیح کا کام کوئی کرکے نہین دکھاتے بلکہ اسکا عکس دکھلا رہے ہین حضرت مسیح خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے یہ زندوں کو مارتے ہیں وہ خدا کے حکم سے بیماروں کو اچھا کرتے تھے یہ خود دائمی مریض رہتے ہیں حضرت مسیح آئینگے تو لوگوں کو زر و مال دینگے یہ لوگوں کا مال مانگتے ہیں اور انواع حیلوں سے چھین رہے ہیں) انکے خیال کا ابطال یہ ہے کہ اگر وہ روایت صحیح ہے تو اسکے معنے یہ ہین کہ اگر حضرت عیسے اس دنیا مین اور پشت زمین پر بحیات متعارف دنیوی جسمین کھانا پینا وغیرہ لوازم پائے جاتے ہین زندہ ہوتے تو وہ میرا اتباع کرتے اس معنے سے حضرت مسیح کی اس حیات کی جو آسمان پر ہے نفی نہیں ہوتی *

عام قیمت خطبہ بلا رسالہ ۳/
اور [illegible] ۸/
اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا
محل وصولی رسالہ دفتر اشاعۃ السنہ لاہور و بٹالہ ضلع گورداسپور